www.urducouncil.nic.in

مئی 2025 ، قیمت :- 15 ₹

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly **BACHON KI DUNIYA**, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا
دہلی
Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 25 روپے، سالانہ: 240 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندوستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

بچوں کی دنیا

جلد: 13 شمارہ: 05 مئی 2025

مدیر : ڈاکٹرشمس اقبال

نائب مدیر : ڈاکٹرعبدالباری

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر،قومی کونسل برائے فروغِ اردوزبان
وزارتِ تعلیم ـ محکمہ اعلیٰ تعلیم،حکومتِ ہند
فروغ اردوبھون،ایف سی 33/9،انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ،نئی دہلی-110025
فون:49539000
شعبہ ادارت:49539009-11
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /15روپے،سالانہ/145روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردوکونسل اوراس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک،ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL،شعبہ فروخت کے پتہ پربھیجیں اوروضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8،ونگ 7،آرکے پورم
نئی دہلی-110066
فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 110-7-22،تھرڈفلور،ساجدیارجنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1،پتھرگٹی،حیدرآباد-500002
فون:040-24415194

اس شمارے میں

اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
مضامین		
دولت نہیں، دل چاہیے	رونق جمال	07
بچے کہانی ایسے لکھیں	نکہت انجم ناظم الدین	09
بچوں کی ذہنی دنیا کی جادوئی سیر	شمیم اختر	12
ماں : ممتا کا پیکر		
ماں کی نذر	تبسم سحر	15
یوم مادر	سید واجد علی شاہ جیلانی	16
ماں کی ممتا	منصور خوشتر	18
گھر میں ہے تجھ سے ہی برکت	زینت فردوس	18
سیر و سیاحت		
سیر وتفریح کا اہم شہر : دبئی	محمد زاہد	19
نظمیں		
جاگو جاگو ہوا سویرا	ظفر کمالی	24
مئی	انصار احمد معروفی	25
ماہیے	ارشاد احمد ارشاد	26
نٹ کھٹ بالک	صابر پرواز	27
کتنے سچے کتنے پیارے	نظیر راہی	27
بلی رانی	شمس النسا کرن	28
گرمی کا موسم	پروین بیگم	28
جل ہی جیون ہے		
پانی	خطاب عالم شاد	29
پانی زندگی کی ضرورت ہے	افروزہ نعیم	30
پانی ہی جیون ہے ہمارا	مصباح خان	33
ترجمہ		
سعادت مندی کا صلہ	تحریر : عطیہ الابراشی،ترجمہ : محمد فیضان اللہ	34
کہانیاں		
نیکی کا راستہ	مجیر احمد آزاد	37
راہِ راست	نیلوفر سعدیہ	39
مائک پر جانے کا ڈر	محمد رضوان انصاری	43
بزرگوں کی حکمت	فرحانہ نازنین	45
شکایت	محمد مصطفی	47
قسط وار ناول		
چار درویشوں کا قصہ	مرتب : نورالحسن نقوی	49
سائنس		
ڈاک ٹکٹ والے چند بھارتیہ سائنس داں	عبدالودود انصاری	54
واقفیت عامہ		
تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات		58
کہکشاں		
چمن چمن کے پھول		59
ننھے فنکار		
پینٹنگ		60

پیارے بچو! پانی قدرت کا انمول تحفہ ہے اور یہ ہر جاندار کے لیے ضروری ہے، ہوا کی طرح پانی بھی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اس کے بغیر کوئی بھی زندہ نہیں رہ سکتا، اس لیے کہ جل ہی جیون ہے (پانی ہی زندگی ہے)۔ کھانے کے بغیر کچھ دنوں تک تو زندہ رہا جا سکتا ہے لیکن پانی کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں۔ اس کی حفاظت اور اس کا صحیح استعمال ہم سب کی ذمے داری ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ پانی کے استعمال میں احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا اور پانی ضائع ہو جاتا ہے، خاص طور پر نہانے، منھ دھونے، برتن صاف کرنے اور اس طرح کی دیگر چیزوں میں احتیاط بہت ضروری ہے، پانی کو کسی برتن یا بالٹی وغیرہ میں لے کر استعمال کرنے سے اسے ہم ضائع ہونے سے حتی الامکان بچا سکتے ہیں، اگر ہم نے اس وقت پانی کی حفاظت نہیں کی اور اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا تو پھر مستقبل میں بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہماری تھوڑی سی توجہ اور دیکھ بھال سے بہت سا پانی ضائع ہونے سے بچ سکتا ہے۔

بچو! آج بھی بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں پانی کی قلت ہے، کبھی کبھی بنیادی ضرورت کے لیے بھی ان کے پاس پانی نہیں ہوتا۔ خاص طور پر راجستھان کے کئی علاقوں میں اس کے لیے لوگوں کو بڑی مشقتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر پانی ہمیں آسانی سے میسر ہے تو ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے اور گھر کے علاوہ بھی اگر کہیں دوسری جگہ جیسے اسکول، کالج، پارک، اسٹیشن یا راستوں پر پانی کا نل کھلا ہو تو اسے بند کر دینا چاہیے۔ آج آپ کی تھوڑی سی محنت مستقبل میں بہت سے لوگوں کی پیاس بجھا سکتی ہے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہے۔

مناسب مقدار میں پانی کا استعمال صحت مند رہنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اس لیے کہ پانی کا کم استعمال کئی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ گرمی کے موسم میں ہر جاندار کو زیادہ پیاس لگتی ہے اس لیے گھر کی چھت پر یا پھر گھر کے باہر ایک برتن میں پانی رکھ دیں تاکہ چرند و پرند بھی اپنی پیاس بجھا سکیں۔ گرمی کے موسم میں عام طور پر لوگ فریج میں رکھے ٹھنڈے پانی کو ترجیح دیتے ہیں، یاد رکھیں فریج کا ٹھنڈا پانی کچھ وقت کے لیے تو ہمیں سکون پہنچاتا ہے لیکن ایسا ٹھنڈا پانی ہماری صحت کے لیے بہت مضر ہے۔ اس لیے ہر لمحہ اور ہر وقت اپنی صحت کا خیال رکھیں، اسی طرح ٹھنڈ کے موسم میں گنگنا پانی پینا چاہیے تاکہ موسم کے اثرات سے ہم بچ سکیں۔

پیارے بچو! مئی 2025 کے شمارے میں پانی کے تعلق سے ایک مضمون اور دو نظمیں شامل ہیں، جن میں پانی کی اہمیت اور افادیت وغیرہ پر بات کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی اہم اور معلوماتی تحریریں اس شمارے میں شامل ہیں۔ آپ تمام تحریروں کو پڑھیں اور اس پر اپنے تاثرات ای میل یا خط کی شکل میں ہمیں ارسال کریں۔ اس سے آپ کے اندر لکھنے کی صلاحیت پیدا ہوگی اور پھر آپ کی تحریریں بھی ملک کے مختلف اخبارات و رسائل کی زینت بنیں گی۔

آپ کا

شمس اقبال

ڈاک خانہ

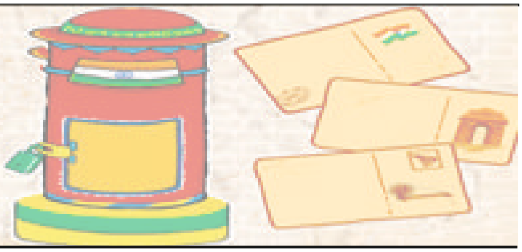

مارچ 2025 کا ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میرے ہاتھوں میں ہے۔سبھی کہانیاں سبق آموز ہیں خاص طور پر آپ کا لکھا اداریہ جس میں ہمیں وقت کی ضرورت اور اہمیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اداریے میں بہت اچھی نصیحت کی گئی ہے کہ 'وقت کی پابندی کامیابی کی کنجی ہے'۔اس کے علاوہ 'ہولی' پر نظم بہت ہی دلچسپ لگی، بچے گلشن کے پھول، پہاڑی کے دامن، چلو ہم پڑھیں سب ہی کو پڑھ کر بہت مزہ آیا.. عادل حیات کی کہانی 'موبائل فون' خاص توجہ کا مرکز رہی کہ کس طرح موبائل فون مصیبت کے وقت مددگار ثابت ہوا اور اگر یہ موبائل فون نہیں ہوتا تو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا اسی طرح بقیہ اور بھی کہانیاں بہت دلچسپ اور سبق آموز ہیں۔ غلام قدیر صاحب کی کہانی 'وقت کی اہمیت' پڑھ کر یہ سیکھا کہ وقت بہت قیمتی شے ہے ہمیں اس کی قدر کرنا چاہیے اگر ہم اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں تو اپنے لیے ایک روشن مستقبل تعمیر کر سکتے ہیں۔

محمد راحیل، سینٹ جانس کالج، آگرہ

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' مارچ 2025 کا شمارہ ادب اور دلچسپی کا سامان لیے اپنی جاذبیت اور نورانیت کے ساتھ نورنواز ہوا۔ زیرنظر شمارے میں دیگر تخلیقات کے علاوہ پرویز مانوس کی کہانی 'پوں پوں والے انکل' کافی اچھی لگی۔ موصوف نے اس کہانی کے ذریعے انسانیت اور ہمدردی کے جذبے کا جو پیمانہ پیش کیا ہے وہ لائق ستائش ہے۔ عادل حیات کی کہانی 'موبائل فون' بھی کافی متاثر کن ہے۔ موبائل کے صحیح اور غلط استعمال پر اچھی کوشش ہے۔عزیز انصاری کا گیت بھی دل لبھانے والا ہے۔آپ کا حسن انتخاب لائق تحسین ہے۔

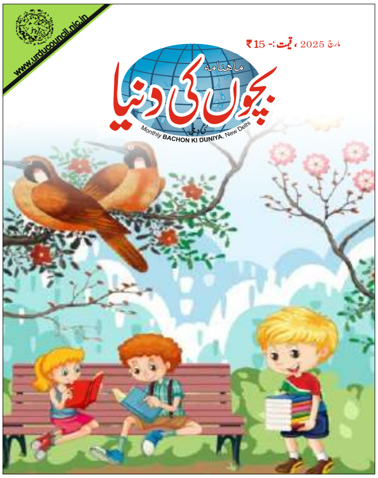

مصباح الدین طارق، موضع لکشمی پور، وایا چاکند، ضلع: گیا، بہار

'بچوں کی دنیا' مارچ 2025 کا شمارہ بغور مطالعہ کیا۔ حقیقتاً، اس ماہ کی اشاعت نے نہ صرف میری معلومات میں اضافہ کیا، بلکہ دل و دماغ کو بھی ایک نیا زاویہ دیا۔ خاص طور پر 'خلا کے مسافر' کے موضوع پر شائع ہونے والا مضمون بہت متاثر کن تھا۔ اس مضمون میں نہ صرف تاریخ سے وابستہ کرایا بلکہ سائنسی معلومات میں بھی اضافہ کیا۔ آپ کی ٹیم کی محنت اور لگن صاف طور پر ہر صفحے پر نظر آتی ہے۔ آپ کا اس بات پر زور دینا کہ ادب معاشرتی زندگی میں بہترین کردار ادا کر سکتا ہے، نے مجھے اس موضوع پر مزید

سوچنے پر مجبور کیا۔ اس قسم کے مضامین کے ذریعے، آپ نے نہ صرف پڑھنے والوں کو معلومات فراہم کی بلکہ انھیں سوچنے پر بھی اُکسایا کہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں ادب کے اصولوں کو کس طرح شامل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، 'موبائل فون' کے حوالے سے جو مضمون شائع ہوا ہے، اس نے ہمارے ذہنوں کو خود کے ذریعے موبائل استعمال کیے جانے پر بھی دھیان مرکوز کیا اور وقت اور اپنوں کی اہمیت کا شعور دلایا۔ آج کل کے مصروف ترین دور میں، ایسا مواد پڑھنا بہت ضروری ہے جو ہمارے جسم و ذہن کی فلاح پر روشنی ڈالے۔ آپ کے میگزین کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہر موضوع کو نہایت دل نشیں انداز میں پیش کرتا ہے، اور یہ نہ صرف پڑھنے والوں کو تفریح فراہم کرتا ہے بلکہ انھیں آگاہ بھی کرتا ہے۔ میری دعا ہے 'بچوں کی دنیا' مزید کامیابیوں کی بلندیوں کو چھوئے اور معاشرتی، ثقافتی، اور ادبی میدان میں اپنے اثرات قائم رکھے۔ آخر میں، میں یہ کہنا چاہوں گی کہ اس میگزین کا ہر شمارہ پڑھنا ایک نیا تجربہ ہوتا ہے اور ہر بار کچھ نیا سیکھنے کو ملتا ہے۔

عائشہ خورشید، موہن پوری، موج پور، دہلی

فروری 2025 کا شمارہ بے حد اہم اور قابل فرحت بخش رہا، ماہنامہ بچوں کی دنیا کئی لحاظ سے اہم ہوتا ہے یہ ماہنامہ بیک وقت بہت ساری خوبیوں کا متحمل ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا رسالہ ہے جس سے ہر چھوٹے بڑے، مرد وزن استفادہ کر سکتے ہیں، بالخصوص یہ ماہنامہ بچوں کو اپنی پھلتی پھولتی زندگی میں کتابوں سے قریب ہونے میں کافی معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے جیسے کہ اس ماہنامہ کا پہلا مضمون دیکھ کر دل مچل گیا۔ رئیس صدیقی کا مضمون 'روزہ کشائی' ایک بہترین مضمون ہے۔ مقالہ نویس نے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ اسی طرح مختلف گیتوں اور نظموں کی شمولیت اس ماہنامے کو مزید دلچسپ اور دلکش بناتی ہے۔ عزیز انصاری کا گیت 'کیلے والے بابا' رحیم رضا کی نظم 'بٹیا پیاری'، تبسم سحر کی نظم 'چلو ہم پڑھیں' وغیرہ لائق قدر اور قابل صد تحسین ہیں۔ صاحبان قلم نے انتہائی خلوص و محبت سے اپنے قلبی تاثرات کو قارئین تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ایسی تحریروں کی اشاعت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ بالخصوص شمس اقبال کی ادارتی تحریر اور عادل حیات کا مضمون 'موبائل فون' پڑھ کر دلی مسرت ہوئی۔

شاداب ابراہیم، پریوجنا بالکا اوچ ودیالہ کورتھو گھنشیام پور، دربھنگہ، بہار

'بچوں کی دنیا' دسمبر کا شمارہ موصول ہوا، اس شمارے میں میری نظم 'بچے' دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی، جس کے لیے میں آپ کی مشکور ہوں۔ اس میں موجود نظمیں، کہانیاں اور سارے مضامین بے حد پسند آئے، خاص کر شاداب ابراہیم کی کہانی 'حسن کی بلی' دل کو چھو لینے والی ایک سبق آموز کہانی ہے جو ہمدردی اور رحم کے جذبے کو اجاگر کرتی ہے۔ میں اس شمارے کے تمام قلمکاروں کو مبارکباد پیش کرتی ہوں اور صحت سے متعلق معلومات اور کالم 'چمن چمن کے پھول' بے حد پسند آئے اور تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات بھی بہت مفید اور کارآمد ہے اور ننھے فنکاروں کی ڈرائنگ اور ان کی کوششوں کو سلام۔

شمس النسا کرن، ہندوپور (آندھرا پردیش)

مضمون

رونق جمال

دولت نہیں، دل چاہیے

دنیا کے سب سے دولت مند شخص بل گیٹس سے کسی نے پوچھا:

''کیا اس سرزمین پر آپ سے بھی زیادہ کوئی امیر شخص ہے!''

''ہاں ایک شخص اس دنیا میں مجھ سے بھی زیادہ امیر ہے!!'' بل گیٹس کا حیران کر دینے والا جواب تھا۔

''کون ہے وہ شخص!!'' بل گیٹس نے جواب دینے سے پہلے دور آسمان میں غور سے دیکھا اور پیشانی کو چھو کر سوچنے لگا جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو اور کہنا شروع کیا۔

''ایک وقت تھا جب میں نہ اتنا مشہور تھا اور نہ اتنا امیر! میں نیویارک ایئرپورٹ پر تھا۔ صبح کا وقت تھا، اسٹال پر اخبارات دیکھ کر میں نے اپنا پسندیدہ اخبار خریدنا چاہا، لیکن میرے پاس کھلے پیسے نہیں تھے۔ میں نے اخبار خریدنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اخبار کو واپس رکھ دیا۔ اخبار فروخت کرنے والا لڑکا میرے تذبذب کی کیفیت دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کھلے پیسے نہ ہونے کی بات کہی۔''

لڑکے نے وہ اخبار اٹھا کر مجھے دیتے ہوئے کہا:

''یہ اخبار میں آپ کو تحفے میں دے رہا ہوں!! رکھ لو۔''

بات آئی گئی ہوگئی۔ کوئی تین ماہ بعد اتفاق سے نیویارک کے اسی ایئرپورٹ پر میرا پھر سے آنا ہوا۔ اس دن بھی میرے پاس اخبار خریدنے کے لیے کھلے پیسے نہیں تھے۔ اس لڑکے نے مجھے پھر سے اخبار تحفے میں دے دیا۔ اس بار میں نے اسے سختی سے منع کر دیا۔

''نہیں آج میں یہ اخبار تحفے میں نہیں لے سکتا!!''

''آپ اخبار لے لیجیے... مجھے احساس ہے واقعی آپ کے پاس کھلے پیسے نہیں ہیں!!''

''رہنے دو... تمھارا نقصان ہوگا!''

”نقصان...! کیسا نقصان...!؟ اسے میں اپنے منافع میں سے ادا کردوں گا!!“ لڑکے نے اپنائیت سے اخبار مجھے دے دیا۔ اس کے اصرار کے آگے مجھے جھکنا پڑا۔

19 سال بعد میرے دولت مند ہوجانے اور ساری دنیا میں مشہور ہوجانے کے بعد مجھے ایک دن اس اخبار فروش لڑکے کی یاد آئی... تو میں نے اس کی کھوج شروع کردی۔ کوئی ڈیڑھ دو ماہ کی تگ و دو کے بعد میں اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس لڑکے کے سامنے پہنچتے ہی میں نے لڑکے سے پوچھا:

”کیا تم مجھے پہچانتے ہو!“

”ہاں آپ مسٹر بل گیٹس ہو!! دنیا کے امیر ترین آدمی!!“

”کیا تمھیں یاد ہے جب تم لڑکے تھے اور اخبار بیچا کرتے تھے۔ نیویارک کے ایئرپورٹ پر تم نے مجھے میرا پسندیدہ اخبار تحفے میں دیا تھا کیونکہ میرے پاس کھلے پیسے نہیں تھے!“

”جی ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے... بلکہ میں نے آپ کو آپ کے پاس کھلے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے دوبار اخبار تحفے میں دیا تھا۔ تحفہ تو ایک بہانہ تھا۔ دراصل اس وقت میں نے آپ کی مدد کی تھی۔“

”اچھی یادداشت ہے تمھاری! آج میں تمھیں تمھارے اچھے سلوک اور میری مدد کرنے کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔ تمھیں اپنی زندگی خوش حال بنانے کے لیے جو چاہیے بتاؤ۔ میں تمھاری ہر ضرورت پوری کروں گا!!“

اس نے بل گیٹس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

”سر لیکن کیا آپ کو نہیں لگتا کہ ایسا کرنے کے باوجود بھی آپ میرے اچھے سلوک اور مدد کی قیمت ادا نہیں کر پائیں گے!“

بل گیٹس فخر سے مسکراتے ہوئے بولا۔

”کیوں!“

”کیونکہ سر جب میں نے تحفے کی شکل میں آپ کی مدد کی تھی تب میں بہت غریب لڑکا تھا جو اپنی ضروریات کو پوری کرنے کے لیے اخبار بیچا کرتا تھا اور آپ میری مدد کرنے تب آئے جب آپ دنیا کے سب سے امیر ترین آدمی بن گئے ہیں!! پھر آپ میری مدد کی برابری کس طرح کرسکتے ہیں!“

بل گیٹس اس کی دلیل سن کر حیران رہ گیا۔ اس لیے بل گیٹس کی نظر میں وہ آدمی دنیا کے سب سے امیر آدمی سے بھی امیر ہے۔ بل گیٹس اس کے اچھے سلوک اور مدد کی قیمت ادا نہیں کرپایا، کیونکہ اس لڑکے نے غریبی کے باوجود اپنے نقصان کی پرواہ کیے بغیر بل گیٹس کی مدد کی تھی اور ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا جب کہ بل گیٹس نے امیر ہونے کے بعد اس کی مدد کرنے کے لیے 19 سال کا وقت لگایا تھا۔

لڑکے کے رویے اور بل گیٹس کی مایوسی سے سبق ملتا ہے کہ امیری دولت سے نہیں دل سے ہوتی ہے۔ وقت پر کسی کی مدد کرنے کے لیے امیر دل کا ہونا ضروری ہے!

■

Dr. Raunaq Jamaal
'Kainat', Street No 9
New Adarsh Nagar
Durgh - 491001 (Chhattisgarh)
Mob.: 9981072672

نکہت انجم ناظم الدین

بچے کہانی ایسے لکھیں

کہانیاں انسان کی زندگی کا ایک لازمی اور حسین حصہ ہوتی ہیں۔ ہر انسان کے پاس کہانیاں سننے اور سنانے کا ایک منفرد انداز ہوتا ہے۔ اسی طرح کہانی لکھنا ایک ایسا فن ہے جو نہ صرف ذہانت کو جلا بخشتا ہے بلکہ تخلیقی صلاحیتوں کو بھی نکھارتا ہے۔ بچوں میں کہانی لکھنے کی عادت پیدا کرنا ایک مثبت عمل ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنی سوچ کو بہتر انداز میں پیش کر سکتے ہیں، جذبات کو الفاظ میں ڈھال سکتے ہیں اور تخیل کو حقیقت سے جوڑ سکتے ہیں۔ پیارے بچو! اگر آپ بھی کہانی لکھنا چاہتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ کہاں سے شروع کریں؟ تو پریشان نہ ہوں۔ اس مضمون میں ہم بالترتیب نکات کی مدد سے سمجھیں گے کہ کہانی کیسے لکھی جاتی ہے؟ کون سے عناصر اسے دلچسپ بناتے ہیں؟ اور کس طرح آپ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بہتر بنا سکتے ہیں؟ تو آیئے پہلا مرحلہ دیکھتے ہیں۔

1. منفرد اور دلچسپ خیال

کہانی لکھنے کے لیے سب سے اہم چیز ایک منفرد اور دلچسپ خیال ہوتا ہے۔ یہ خیال آپ کو کہیں بھی اور کسی بھی وقت آ سکتا ہے۔ کچھ طریقے جن سے آپ بہترین کہانی کا خیال حاصل کر سکتے ہیں۔ اپنی روزمرہ کی زندگی سے خیال لینا۔ کبھی کبھی ہماری اپنی زندگی میں ایسے واقعات پیش آتے ہیں جو کہانی لکھنے کے لیے بہترین مواد فراہم کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اسکول میں ہونے والا کوئی یادگار واقعہ۔ دوستوں کے ساتھ کوئی مہم جوئی۔ نانی اماں، دادی اماں سے سنی ہوئی کوئی پرانی کہانی۔ یا کسی خاص موقعے پر ہونے والا کوئی منفرد تجربہ۔ اسی طرح کبھی کسی موقعے پر اچانک ہمارے دماغ میں کوئی آئیڈیا آ جاتا ہے اور ہم اس سے بھی کوئی کہانی بُن لیتے ہیں۔

2. 'کیا ہو اگر؟' خود سے یہ سوال کرنا

یہ طریقہ بہت کارآمد ہے کیونکہ یہ تخیل کے دروازے کھول دیتا ہے۔ آپ خود سے مندرجہ ذیل سوالات کر سکتے ہیں۔ کیا ہو اگر جانور انسانوں کی زبان سمجھنے لگیں؟ کیا ہو اگر میں ایک دن کے لیے جادوگر بن جاؤں؟ کیا ہو اگر پھل بات کرنے لگے؟ پھول اپنی زبانی اپنی آپ بیتی بیان کرنے لگیں وغیرہ۔ آپ کے یہ خیالات کہانی کو منفرد اور دلچسپ بنا سکتے ہیں۔ اس طرح کی کہانیوں کا آئیڈیا ہمیں ہماری درسی کتابوں میں شامل کہانیوں سے بھی ملتا ہے۔

ہم اس طرح کی کئی دلچسپ کہانیاں تحریر کرکے قارئین کو محظوظ کرسکتے ہیں۔

3. خوابوں سے متاثر ہونا

بہت سی مشہور کہانیاں مصنفین نے خوابوں سے متاثر ہوکر لکھی ہیں۔ اگر آپ کو کوئی حیرت انگیز خواب آتا ہے تو اسے فوراً لکھ لیں۔ شاید وہی آپ کی کہانی کا بہترین موضوع بن جائے۔ ہمارے خیالات میں موجود باتوں اور آئیڈیاز کو بھی ہم لکھ سکتے ہیں۔ اس سے پڑھنے والے آپ کے تخیل کی گہرائی سے واقف ہوں گے۔

4. کتابوں، فلموں اور تاریخ سے تحریک لینا

بہت سی کہانیاں تاریخ کے حقیقی واقعات سے متاثر ہوکر لکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح کوئی فلم یا کتاب بھی آپ کو ایک نئے خیال کی طرف لے جاسکتی ہے۔ موجودہ دور میں ہمارے اردگرد موجود عظیم اشخاص، تاریخ کی عظیم شخصیات ہیں۔ ہم ان کے کاناموں کو بھی قرطاس پر اتار سکتے ہیں۔ ہمارے ضلعے، ریاست، ملک اور دنیا میں اہم کارہائے نمایاں انجام دینے والے افراد کو بھی ہم اپنی کہانی کا موضوع بناسکتے ہیں۔ ان کی جدوجہد، مشکلات اور حالات زندگی اوروں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوسکتے ہیں۔

5. کہانی کے کردار کیسے بنائیں؟

کہانی کے کردار وہ ستون ہوتے ہیں جن پر پوری کہانی کھڑی ہوتی ہے۔ اگر کردار دلچسپ ہوں تو کہانی خودبخود متاثرکن بن جاتی ہے۔ کہانی کے کرداروں کو بنانے کے لیے درج ذیل نکات پر غور کریں:

(الف) کردار کی شناخت: ہر کردار کا ایک منفرد نام، شخصیت، اور پس منظر ہونا چاہیے۔ کردار کی شناخت بنانے کے لیے ان سوالوں کے جوابات دیں۔ اس کا نام کیا ہے؟ اس کی عمر کتنی ہے؟ وہ کہاں رہتا ہے؟ اس کے پسندیدہ مشاغل کیا ہیں؟ اس کی سب سے بڑی خوبی اور سب سے بڑی کمزوری کیا ہے؟ وغیرہ۔

(ب) کرداروں کی قسمیں: ہر کہانی میں مختلف قسم کے کردار ہوتے ہیں مثلاً:

1. ہیرو: یہ کہانی کا مرکزی کردار ہوتا ہے جو مشکلات کا سامنا کرتا ہے۔ کہانی مکمل طور پر اس کے اردگرد گھومتی ہے۔
2. ولن: یہ کہانی کا منفی کردار ہوتا ہے جو رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ اس کردار کے کام اس طرح کے ہوتے ہیں کہ قارئین اسے ناپسند کرتے ہیں اور اس کے برے کارنامے کی وجہ سے ہیرو کو مزید سپورٹ کرتے ہیں۔
3. مددگار کردار: یہ وہ کردار ہوتے ہیں جو ہیرو کی مدد کرتے ہیں۔
4. مزاحیہ کردار: یہ وہ کردار ہوتے ہیں جو کہانی میں ہلکا پھلکا مزاح پیدا کرتے ہیں۔

(ج) کرداروں کے جذبات اور مکالمے: ایک اچھا کردار وہی ہوتا ہے جو حقیقی لگے۔ اس کے مکالمے اور جذبات حقیقی زندگی سے ملتے جلتے ہونے چاہئیں جیسے: ''مجھے یقین نہیں آرہا کہ میں نے یہ کر دکھایا!'' احمد نے خوشی سے کہا ''یہ سب میری غلطی تھی، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' سارہ نے افسوس سے سر جھکا لیا۔

6. کہانی کا ماحول کیسے بنائیں؟

کہانی کا ماحول وہ جگہ اور وقت ہوتا ہے جہاں کہانی

رونما ہوتی ہے۔ یہ کسی بھی قسم کا ہوسکتا ہے جیسے، ایک جنگل، کسی اسکول کی پراسرار عمارت، مستقبل کا کوئی حیرت انگیز شہر کوئی قدیم تاریخی مقام، کھیل کا میدان، کمرۂ امتحان اور باغ وغیرہ۔

7. ماحول کی تفصیل دینا ضروری کیوں ہے؟

اگر آپ کا ماحول جاندار ہوگا تو قاری خود کو اس کہانی میں محسوس کرے گا۔ ماحول کی تفصیلات لکھتے وقت درج ذیل نکات پر توجہ دیں۔ جگہ کا رنگ وروپ کیسا ہے؟ وہاں کی خوشبو کیسی ہے؟ وہاں کون سی آوازیں سنائی دیتی ہیں؟ مثلاً ''باغ میں خوبصورت پھول کھلے ہوئے ہیں جن پر رنگ برنگی تتلیاں منڈلا رہی تھیں'' گھر کا دروازہ پرانی لکڑی کا تھا، جس پر دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ باہر ایک پرانا لالٹین جھول رہا تھا، جو ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ چرچراتا تھا ''کھیل کا میدان تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ سب کشتی شروع ہونے کے لیے بے چین تھے۔'' وغیرہ

8. کہانی کا پلاٹ کیسے ترتیب دیں؟

کہانی کی ایک مخصوص ترتیب ہوتی ہے جو اس کو جاندار بناتی ہے۔

(الف) کہانی کا آغاز: یہ وہ حصہ ہوتا ہے جہاں قاری کو کہانی کے کرداروں اور ماحول سے متعارف کرایا جاتا ہے۔

(ب) مسئلہ: یہ وہ چیلنج یا مسئلہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے کہانی آگے بڑھتی ہے۔

(ج) عروج: یہ کہانی کا سب سے سنسنی خیز حصہ ہوتا ہے، جہاں سب سے بڑی مشکل سامنے آتی ہے۔

(د) حل اور اختتام: یہ وہ حصہ ہوتا ہے جہاں کہانی کا مسئلہ حل ہوتا ہے اور سب کچھ واضح ہو جاتا ہے۔

9. کہانی کو مزید دلچسپ کیسے بنائیں؟

پراسراریت اور تجسس پیدا کریں۔ کرداروں کے درمیان ہونے والے جاندار مکالمے لکھیں۔ متاثر کن الفاظ کا انتخاب کریں۔ کہانی کو غیر متوقع موڑ دیں۔ اگر کہانی مشہور شخصیات سے متعلق ہے جن کی جدوجہد اور مسلسل محنت نے ان کی زندگی بدل دی تو اس کہانی میں قارئین کی حوصلہ افزائی کرنے والے جملے استعمال کریں۔ آپ کی کہانی کا مثبت تاثر قارئین کے ذہنوں پر قائم ہوگا۔

10. کہانی پر نظر ثانی

جب کہانی مکمل ہو جائے تو اسے دوبارہ غور سے پڑھیں۔ اور دیکھیں کہ کیا کہانی میں روانی ہے؟ کیا جملے درست اور دلچسپ ہیں؟ کہیں کوئی غلطی تو نہیں؟ کہانی لکھنا بچوں کے لیے انتہائی دلچسپ عمل ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی تخلیقی صلاحیتیں بڑھتی ہیں بلکہ ان کی سوچ کو بھی نیا زاویہ ملتا ہے۔ پیارے بچو! اگر آپ بھی کہانی لکھنا چاہتے ہیں تو بس اپنا پسندیدہ قلم اور اپنی پسندیدہ ڈائری اٹھائیں اور اپنے خیالات کو الفاظ کی شکل دیں۔ شروعات میں بہت سی غلطیاں ہوسکتی ہیں، کہانیاں پرفیکٹ اور منطقی نہیں بھی ہوسکتی ہیں لیکن لکھنے کی مشق کرتے رہنے سے آپ کو الفاظ، تصورات، خیالات اور کرداروں پر عبور حاصل ہوگا اور پھر وہ دن دور نہیں ہوگا کہ آپ کی کہانی ایک دن ضرور کسی کی پسندیدہ کہانی بن جائے گی۔

■

Nikhat Anjum Nazimuddin
Z P Urdu Boys School Bodwad
Tal-Bodwad
Dist: Jalgaon- 270305 (Maharashtra)
Mob-7709655458
Email: nikhatanjumsayyad@gmail.com

بچوں کی ذہنی دنیا کی جادوئی سیر

شمیم اختر

پیارے بچو!

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ کا دماغ کیسے کام کرتا ہے؟ ہم خوشی، غم، خوف، غصے یا حیرت جیسے جذبات کیوں محسوس کرتے ہیں؟ کبھی کبھی ہم بہت زیادہ پُرجوش ہوتے ہیں، تو کبھی کسی پریشانی میں ڈوب جاتے ہیں۔ دراصل، ہمارے ذہن کی یہ ساری سرگرمیاں ایک نفسیاتی عمل کا حصہ ہیں، جس کا مطالعہ نفسیات میں کیا جاتا ہے۔

نفسیات ایک دلچسپ علم ہے جو ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ ہم کیسے سوچتے ہیں، محسوس کرتے ہیں، سیکھتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ تعلق قائم کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنی ذہنی دنیا کو بہتر طریقے سے سمجھ لیں، تو ہم اپنی زندگی میں زیادہ متوازن، خوش حال اور مطمئن رہ سکتے ہیں۔ آج ہم اس جادوئی دنیا کی ایک دلچسپ سیر کریں گے اور جانیں گے کہ ہمارا دماغ کس طرح کام کرتا ہے اور ہماری شخصیت، جذبات اور سیکھنے کے عمل کو کس طرح متاثر کرتا ہے۔

نفسیات کیا ہے؟

نفسیات ایک سائنسی علم ہے، جو انسانی ذہن، جذبات اور رویے کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس کا مقصد یہ جاننا ہے کہ ہم کیسے فیصلے کرتے ہیں، کس طرح سیکھتے ہیں اور ہماری شخصیت کیسے بنتی ہے۔ نفسیات میں مختلف پہلوؤں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، جیسے:

جذباتی نفسیات: ہم مختلف جذبات (خوشی، غم، خوف، غصہ، حیرت) کو کیسے محسوس کرتے ہیں؟

سماجی نفسیات: دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہے؟ ہم دوسروں کے رویے سے کس طرح متاثر ہوتے ہیں؟

سیکھنے کی نفسیات: ہمارا دماغ نئی معلومات کو کس طرح سمجھتا اور یاد رکھتا ہے؟

شخصیت کی نفسیات: ہمارا مزاج اور رویہ کیسا بنتا ہے؟ ہم ایک دوسرے سے کیوں مختلف ہوتے ہیں؟

ان تمام سوالات کا جواب نفسیات میں موجود ہے، اور اگر ہم اسے سمجھیں تو ہم اپنی ذہنی صلاحیتوں کو مزید بہتر بنا سکتے ہیں۔

جذبات کی نفسیات اور ان کا اثر

ہماری زندگی میں جذبات بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ہمارے رویے، سوچنے کے انداز اور فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ہر جذبات کا ایک مخصوص مقصد ہوتا ہے، جیسے:

خوشی: جب ہم کامیابی حاصل کرتے ہیں، اپنے دوستوں کے ساتھ وقت گزارتے ہیں یا کوئی پسندیدہ کام کرتے ہیں، تو ہمیں خوشی محسوس ہوتی ہے۔ خوشی ہمارے دماغ میں ڈوپامائن نامی ہارمون خارج کرتی ہے، جو ہمیں مثبت اور متحرک رکھتا ہے۔

غم: جب ہم ناکامی کا سامنا کرتے ہیں، کسی عزیز سے بچھڑ جاتے ہیں یا کوئی پریشانی ہوتی ہے، تو ہمیں غم محسوس ہوتا ہے۔ غم ایک فطری ردعمل ہے جو ہمیں صبر اور ہمدردی سکھاتا ہے۔

غصہ: جب ہمیں کسی ناانصافی کا سامنا ہوتا ہے یا کوئی ہماری مرضی کے خلاف کام کرتا ہے، تو ہمیں غصہ آتا ہے۔ اگر غصے کو صحیح طریقے سے قابو میں نہ رکھا جائے، تو یہ مسائل پیدا کر سکتا ہے، لیکن اگر ہم اسے تعمیری طریقے سے استعمال کریں تو یہ ہمیں خود پر قابو پانے میں مدد دے سکتا ہے۔

خوف : جب ہم کسی خطرناک یا نامعلوم چیز کا سامنا کرتے ہیں، تو ہمیں خوف محسوس ہوتا ہے۔ خوف ہمیں خطرات سے بچنے کے لیے محتاط رہنے میں مدد دیتا ہے، لیکن اگر یہ حد سے بڑھ جائے تو پریشانی اور بے چینی کا سبب بن سکتا ہے۔

یہ تمام جذبات ضروری ہیں اور ہمیں اپنی زندگی کو بہتر طریقے سے گزارنے میں مدد دیتے ہیں۔

ذہنی نشو و نما اور سیکھنے کی نفسیات

ہمارے دماغ کا سب سے اہم کام سیکھنا اور نئی چیزوں کو سمجھنا ہے۔ سیکھنے کا عمل تب ہوتا ہے جب ہمارا دماغ مختلف تجربات اور مشاہدات سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ یہ عمل درج ذیل مراحل پر مشتمل ہوتا ہے:

مشاہدہ : جب ہم کسی چیز کو دیکھتے یا سنتے ہیں، تو ہمارا دماغ اسے محفوظ کر لیتا ہے۔

تجزیہ : دماغ اس معلومات کا تجزیہ کرتا ہے اور اسے اپنے سابقہ تجربات سے جوڑتا ہے۔

یادداشت : اگر کوئی چیز ہمارے لیے ضروری ہو، تو دماغ اسے یادداشت میں محفوظ کر لیتا ہے۔

عملی اطلاق : جب ہمیں اس معلومات کی ضرورت ہوتی ہے، تو ہمارا دماغ اسے دوبارہ استعمال کرتا ہے۔

سیکھنے کا عمل مثبت جذبات، تجسس اور محنت سے جڑا ہوتا ہے۔ جو بچے سیکھنے میں دلچسپی لیتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں، ان کا دماغ زیادہ متحرک اور تخلیقی ہوتا ہے۔

سماجی تعلقات اور ان کی نفسیاتی اھمیت

ہم سب سماجی مخلوق ہیں اور دوسروں کے ساتھ تعلقات ہماری ذہنی صحت پر اثر ڈالتے ہیں۔ اچھے دوست اور مثبت تعلقات ہمیں خوش اور پر اعتماد بناتے ہیں، جبکہ منفی تعلقات ہمیں اداس اور بے چینی میں مبتلا کر سکتے ہیں۔

سماجی نفسیات کے مطابق، ہم دوسروں سے بات

چیت اور تعلقات کے ذریعے بہت کچھ سیکھتے ہیں، جیسے:

ہمدردی : جب ہم دوسروں کے جذبات کو سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ احساسات بانٹتے ہیں، تو ہمارے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

اعتماد: اعتماد ہمارے تعلقات کی بنیاد ہے۔ جب ہم کسی پر بھروسہ کرتے ہیں، تو ہم خود کو محفوظ محسوس کرتے ہیں۔

اشتراک: دوسروں کے ساتھ چیزیں بانٹنا، چاہے وہ خیالات ہوں، تجربات ہوں یا مادی چیزیں، ہمیں ایک اچھا انسان بنانے میں مدد کرتا ہے۔

ایک خوشگوار اور معاون ماحول بچوں کی ذہنی نشو ونما کے لیے بہت ضروری ہوتا ہے۔

ذہنی صحت کو بہتر بنانے کے طریقے

ہمارے جسم کی طرح ہمارا دماغ بھی دیکھ بھال اور آرام کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک صحت مند ذہن کے لیے درج ذیل چیزیں ضروری ہیں:

مثبت سوچ : ہمیشہ اچھے خیالات کو اپنائیں اور منفی سوچوں سے بچنے کی کوشش کریں۔

ذہنی سکون: دن میں کچھ وقت خاموشی اور غور وفکر میں گزاریں تاکہ آپ کا دماغ آرام محسوس کرے۔

اچھی نیند: نیند ہمارے دماغ کو تازگی دیتی ہے اور سیکھنے کی صلاحیت کو بڑھاتی ہے۔

جسمانی سرگرمی : ورزش اور کھیل کود ذہنی صحت کے لیے بہت فائدہ مند ہیں۔

اظہار : اپنے جذبات کو ظاہر کرنے کے لیے بات چیت کریں، لکھیں یا تخلیقی سرگرمیوں میں مشغول رہیں۔

نتیجہ : نفسیات ہمیں اپنے ذہن، جذبات اور رویے کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ علم ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہم کیسے سوچتے ہیں، سیکھتے ہیں، محسوس کرتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ تعلقات قائم کرتے ہیں۔ جب ہم اپنے جذبات کو پہچاننا اور انھیں متوازن طریقے سے قابو میں رکھنا سیکھ لیتے ہیں، تو ہماری شخصیت مضبوط اور پر اعتماد بن جاتی ہے۔

ہمارے جذبات، جیسے خوشی، غم، خوف اور غصہ، ہمارے رویے کو متاثر کرتے ہیں، اور اگر ہم انھیں صحیح طریقے سے سنبھالیں، تو ہم زندگی میں زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح، سماجی تعلقات ہماری ذہنی صحت پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں۔ دوستوں اور خاندان کے ساتھ اچھے تعلقات ہمیں مثبت اور خوش مزاج رکھتے ہیں، جبکہ منفی تعلقات ذہنی دباؤ پیدا کر سکتے ہیں۔

سیکھنے اور تجسس کا عمل ہمارے دماغ کو تیز کرتا ہے اور ہمیں مسائل حل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ ایک صحت مند دماغ کے لیے مثبت سوچ، اچھی نیند، جسمانی سرگرمی اور ذہنی سکون ضروری ہیں۔ آخر میں، اگر ہم اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بہتر بنانے پر توجہ دیں، تو ہم اپنی زندگی کو زیادہ متوازن، خوش حال اور کامیاب بنا سکتے ہیں۔ اپنے ذہن کی اس جادوئی دنیا کو دریافت کریں اور ہمیشہ نئی چیزیں سیکھنے کے لیے متجسس رہیں۔

■

Dr. Shameem Akhtar
Psychologist
Azamgarh - 276135 (UP)
Mob.: 9794262607
misbahgorakhpuri0089@gmail.com

تبسم سحر

ماں کی نذر

تیرے لب، تیری صدا بن جاؤں
تیری باتوں کا مزہ بن جاؤں
لڑکھڑاتی جو نظر آئے تو
دوڑ کر تیرا عصا بن جاؤں
سونپ دوں تجھ کو ہر اک شے اپنی
اور تہی دست گدا بن جاؤں
تو اگر دھوپ میں گھر سے نکلے
چھاؤں لے آؤں، گھٹا بن جاؤں
خواب بھی جس کے نہ دیکھے تو نے
ایسی رنگین فضا بن جاؤں
تیری مرضی میں ہو، مرضی میری
تیرا دل، تیری رضا بن جاؤں
تیرے ہر غم کو، سدا غم سمجھوں
تیرے ہر غم کی دوا بن جاؤں
تیرے دامن کو گلوں سے بھر دوں
تیری محنت کو جزا بن جاؤں
کوئی دشمن جو مقابل آئے
بن کے شمشیر قضا بن جاؤں
بہر گلگشت تو جب بھی نکلے
ساتھ ہولوں میں، صبا بن جاؤں

■

Tabassum Sahar
Novel Heights, Flat No: 12, 3rd Floor
Near Delta Royal and Datta Mandir
Satvik Nagar, Pakhal Road
Nashik- 422011 (Maharashtra)
Mob.: 8888315125

سید واجد علی شاہ جیلانی

یوم مادر

دنیا کی بے لوث محبت کو اگر ایک لفظ میں جمع کیا جاسکتا ہے تو 'ماں' ہے، جسے سنتے ہی تحفظ اور ایک سکون کا احساس ہمارے وجود کے اندر اتر جاتا ہے۔ انسانی رشتوں میں سب سے زیادہ محبت کرنے والی ہستی ماں کی ہے بلکہ بے زبان جانوروں میں بھی بچے اور ما ں کی محبت کا مشاہدہ بہ آسانی کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے یہاں یوں تو یوم ماں منانے اور ماؤں سے محبت کے اظہار کا کوئی ایک خاص دن مقرر نہیں، لیکن اب چونکہ دنیا کے فاصلے سمٹ گئے ہیں۔ اطلاعات کی فراوانی ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ایک کونے کی بات چشم زدن میں دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہے۔

ہر مئی کے دوسرے اتوار کو ماں کی محبت کے نام کیا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد ماؤں کی عظمت کا اعتراف اور انھیں خراج تحسین پیش کرنا ہے۔ اس موقع پر بچے اپنی ماؤں کو پھول اور تہنیتی کارڈ کا تحفہ دیتے ہیں۔ ان کے ساتھ گھومنے جاتے ہیں، ہوٹلوں میں کھانا کھاتے ہیں، اس طرح یہ دن ماں اور بچوں کے لیے یادگار دن بن جاتا ہے۔

ماؤں کا عالمی دن منانے کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ اس کے پس منظر میں جائیں تو اس کا سراغ سب سے پہلے یونان میں ملتا ہے، جہاں تمام دیوتاؤں کی ماں کے اعزاز میں ایک دن منایا جاتا تھا۔ سولھویں صدی میں ایسٹر سے چالیس دن پہلے انگلستان میں ایک دن مدرنگ سنڈے سے موسوم کیا جانے لگا۔

امریکہ میں یوم مادر کا آغاز 1908 میں ہوا۔ دراصل اینا جروس کی کوششوں کے سبب امریکہ میں یہ دن بڑے جوش وخروش سے منایا جاتا ہے۔ اینا جروس ورجینیا کی مغربی ریاست کے ایک چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئیں۔ 12 مئی 1907 کو ان کی ماں کا انتقال ہوا تو انھوں نے اپنی ماں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے گرافٹن کے میتھوڈسٹ چرچ میں یوم مادر کے تہوار کی بنیاد رکھی جس کے بعد دھیرے دھیرے پوری دنیا میں ایک نئی روایت کا جنم ہوا۔ میتھوڈسٹ چرچ میں یوم مادر منانے کے بعد اینا جروس نے کوششیں کیں کہ اس دن کو قومی سطح پر منایا جائے۔ بالآخر وہ 1914 میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئیں اور اس وقت کے امریکی صدر ووڈرو ولسن کے ہر

سال مئی کے دوسرے اتوار کو ماؤں کے نام کرنے کا اعلان کر دیا۔ یوں اس تہوار کو ایک مہمیز ملی اور اس دن کو لوگ اپنی ماؤں کے نام کرنے لگے۔

اس دن کے حوالے سے مختلف روایات ہیں۔ آج کل ماؤں کا دن مناتے ہوئے مختلف رنگوں کے پھول پہننے کا رجحان دیکھنے میں آتا ہے۔ رنگ برنگے پھولوں کے مختلف معنی لیے جاتے ہیں، جیسے سفید پھول وہ لوگ پہنتے ہیں جن کی مائیں انتقال کر چکی ہوں، جب کہ سرخ پھول اس بات کی علامت ہیں ان کی مائیں ان کے ساتھ ہیں۔

ہمارے عزیز وطن میں بھی اس دن کا رواج خاصا بڑھ چکا ہے۔ اس دن بچے اپنی ماؤں کو خصوصی کارڈ، گل دستے اور قیمتی تحائف دیتے ہیں۔ کچھ لوگ اس دن کو ماؤں کے لیے عظیم دن قرار دیتے ہیں، جب کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ماں کے لیے ایک دن مخصوص کرنے کا جواز، کیونکہ ماں جیسی ہستی سارا سال، بلکہ ساری زندگی محبت اور تکریم کے لائق ہے۔

برطانیہ اور یونان میں ابتدا میں اس دن کی یاد دہانی کے لیے مدرنگ سنڈے منایا جاتا تھا لیکن اب جدید دور میں بچوں نے اپنی ماؤں سے اظہار محبت کے لیے دلکش اور خوب صورت کارڈ بنا کر اس دن کو اور بھی یادگار بنا دیا ہے۔ کچھ معاشروں میں اس دن کو مختلف ناموں سے منایا جاتا ہے۔

بولیویا میں اس دن کو جنگوں میں کردار ادا کرنے والی خواتین کے نام پر منایا جاتا ہے۔ سابق کمیونسٹ ممالک میں اس دن مدرز ڈے کی بجائے انٹرنیشنل ویمنز ڈے منایا جاتا ہے جب کہ روس میں یہ یوم مادر ہی منایا جاتا ہے۔ تاہم یوکرین اور کرغزستان میں خواتین کے دن کے ساتھ ساتھ اب ماؤں کے دن کو بھی یاد کیا جانے لگا ہے۔

نیپال میں یہ دن بیساکھ کے ماہ میں نئے چاند کے روز منایا جاتا ہے جو عام طور پر اپریل یا مئی میں آتا ہے۔ عرب ممالک میں ماؤں کا دن عام طور پر 21 مارچ کو موسم بہار کے پہلے دن منایا جاتا ہے۔ مصر میں اس دن کی ابتدا 1943 میں ہوگئی تھی، تاہم اسے باقاعدہ حکومتی سطح پر 21 مارچ 1956 کو منایا گیا۔ پوری عرب دنیا میں یوم مادر اسی دن منایا جاتا ہے۔

دنیا کے دیگر ممالک میں بھی یوم مادر منایا جاتا ہے، لیکن ہر ملک اسے اپنی روایت اور ثقافت کے مطابق مختلف تاریخوں پر مناتے ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ دن ہر معاشرے میں اپنا ایک وجود اور اہمیت رکھتا ہے، جو ماں سے محبت کا منھ بولتا ثبوت ہے۔

ماؤں کے عالمی دن کے موقع پر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ماں ایک سائے کی طرح ہے جس کی ٹھنڈک کا احساس ہمیں تب تک نہیں ہوتا جب تک یہ سایہ ہمارے سر پر موجود رہتا ہے، جوں ہی یہ سایہ اٹھ جاتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ ہم کیا کھو بیٹھے ہیں؟

■

Syed Wajid Ali Shah Jeelani
35 Sewa Sadan Block
Complex 12, 1st Floor
Gali No: 1, Mandawali Fazalpur
Delhi- 110092
Mob.: 9718587059

گھر میں ہے تجھ سے ہی برکت

اے ماں تو کتنی اچھی ہے
دل کی تو کتنی سچی ہے
اپنی خاطر کب جیتی ہے
بچوں کے بلائیں لیتی ہے
منھ سے کچھ نہ وہ کہتی ہے
ہر غم خوشی سے سہتی ہے
کوئی غم نہ ہمیں ہو سہنا
تیری الفت کا کیا کہنا
ڈانٹ بھی تیری کتنی پیاری
پیار کی دنیا مجھ پہ لٹا دی
گھر میں ہے تجھ سے ہی برکت
تیرے قدموں میں ہے جنت
کومل من ہے تیرا کتنا
تجھ سا نہ ہوا کوئی اپنا

■

Zeenat Firdous
21, PM Bustee, 4th Lane
Shibpur
Howrah - 2 (West Bengal)
Mob.: 8777804121

منصور خوشتر

ماں کی ممتا

ماں کسی انسان کی دنیا میں ہے دولت بڑی
وہ ہے راضی گر تو راضی ہے خدائے پاک بھی

حق میں وہ اولاد کے جیسے دعا کی ہو کتاب
التجا کرتی خدا سے رکھ تو ان کو کامیاب

وہ اٹھاتی بال بچوں کے لیے ہر رنج و غم
چاہتی اللہ سے ان کے لیے فضل و کرم

پرورش اولاد کی کرتی کچھ اس انداز سے
اس کے گھر کا ذرہ ذرہ بے بہا گوہر بنے

زحمتیں اولاد کی خاطر اٹھاتی وہ تمام
اس لیے اللہ کے نزدیک ہے اعلیٰ مقام

ماں کی خدمت بھی عبادت سے نہیں ہرگز ہے کم
یہ سعادت دور کردیتی ہے خوشتر رنج و غم

■

Mansoor Khushter
Editor 'Darbhanga Times'
Purani Munsifi
Darbhanga - 846004 (Bihar)
Mob.: 9472059441

محمد زاھد

سیر وتفریح کا اہم شہر: دبئی

پیارے بچو! سیر وتفریح کے لیے دنیا بھر کے اگر دس مشہور مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان میں فرانس کی راجدھانی پیرس، انگلینڈ کا دارالسلطنت لندن، اٹلی کا شہر روم (Rome)، ترکیہ کا شہر استنبول، اسپین کا شہر بارسلونا (Barcelona)، انڈونیشیا کا جزیرہ بالی، تھائی لینڈ کی راجدھانی بینکاک، خوبصورت جزیروں کا ملک مالدیپ (Maldives)، امریکہ کا شہر نیویارک اور متحدہ عرب امارات کا شہر دبئی کا نام آتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر سے ہر سال ڈیڑھ کروڑ سے زائد لوگ اس شہر میں گھومنے آتے ہیں۔ یہاں کے خوبصورت ساحل، سرخ صحرا، فلک بوس عمارتیں، شاندار شاپنگ مال (Mall) اور سیر وتفریح کی جگہیں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔

دبئی خلیجی ریاست متحدہ عرب امارات کا ایک بڑا شہر ہے۔ یہ ہندوستان کے مشرق میں واقع ہے۔ اس کے پڑوسی ملکوں میں قطر، عمان، کویت، بحرین اور سعودی عرب ہیں۔ سعودی عرب ان میں رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہے۔ قدیم تاریخ بتاتی ہے کہ جزیرہ نما عرب میں کئی ہزار سال سے لوگ آباد ہیں۔ وادیِ سندھ کی تہذیب میں ان علاقوں سے تجارت کی غرض سے لوگ آتے جاتے تھے۔ انیسویں صدی عیسوی میں انگریزوں نے ان علاقوں میں دخل اندازی کی اور ایک عرصہ تک اپنا دبدبہ بنائے رکھا۔ آخرکار 1968 میں ان کے اثرات ختم ہوئے اور انھوں نے یہ علاقے مقامی افراد کے حوالے کردیے۔

متحدہ عرب امارات کا قیام 1971 میں ہوا جب یہاں کے چھ چھوٹے چھوٹے صوبوں یا امارات نے مل کر ایک ہونے کا اعلان کیا۔ ان میں شارجہ، دبئی، فجیرہ، عمان، ام القیم اور ابوظہبی تھے۔ 1972 میں ایک اور صوبہ 'راس الخیمہ' نے بھی اپنی شرکت کی توثیق کی۔ اس طرح یہ سات صوبوں والا ملک بن گیا۔

بیسویں صدی کی شروعات میں دبئی سمندر کے

ساحل پر بسا ایک گاؤں تھا جہاں کے مقامی لوگ مچھلی پکڑنے اور سمندر کی تہہ سے موتی نکالنے کے کاروبار سے منسلک تھے۔ دھیرے دھیرے اس گاؤں نے ترقی کر کے چھوٹے شہر کی صورت اختیار کرلی۔ یہاں کے حکمراں خاندان نے شہر کو وسیع کرنے میں خاص دلچسپی دکھائی اور بیرونی ملکوں سے تجارت کرنے کا مرکز بنا دیا۔ 1980 کے بعد یہاں سیاحت کو فروغ ملا۔ پرآسائش ہوٹل، بڑے بڑے شاپنگ مال، عالی شان پارک اور سیر و تفریح کے مراکز بننے لگے۔ تیل کی دریافت نے پہلے ہی اس پورے خطے کو دنیا کی نگاہوں کے سامنے پیش کردیا تھا۔ امریکہ یورپ، آسٹریلیا اور ایشیا کے دوسرے ملکوں سے لوگ سیر کی غرض سے خاصی تعداد میں آنے لگے تو اس شہر کی قسمت چمک اٹھی۔ پہلے سیاح سنگاپور، ہانک کانگ، ٹوکیو وغیرہ کا رخ کرتے تھے لیکن اب دبئی ان کی پہلی پسند بن گیا۔ روزگار کی تلاش میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، نیپال، سوڈان وغیرہ کے افراد پہنچے تو یہاں کی آبادی کافی بڑھ گئی۔

اسلامی اصولوں کی پاسداری نے بھی دبئی کو مشہور کرنے اور ترقی دلانے میں نمایاں کردار انجام دیا ہے۔ ایمان داری اس کا پہلا اصول ہے۔ دبئی میں چوری، پاکٹ ماری کی واردات نہیں ہوتی۔ کوئی سامان اگر کہیں گر جائے یا کسی دکان پر چھوٹ جائے تو وہیں پڑا ملے گا۔ بھیک مانگنا خلاف قانون ہے۔ سرخ سگنل رہنے پر بھاگ کر سڑک پار نہیں کرسکتے۔ آوازوں کا شور و غل نہیں ہے۔ مذہبی مقامات پر لاؤڈ اسپیکر کا محدود استعمال ہوتا ہے۔ گاڑی غلط جگہ پر پارک نہیں کرسکتے۔ ہر آدمی اپنے پسندیدہ لباس میں گھوم پھر سکتا ہے۔ چوڑی سڑکیں ہیں، سڑکوں پر سہولت کے لیے انگریزی اور عربی میں بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ ہر کسی کو اپنے مذہب پر چلنے کی آزادی حاصل ہے۔ اسی وجہ سے لوگ یہاں رہنا پسند کرتے ہیں۔ دبئی کی آبادی تقریباً 36 لاکھ ہے۔ مقامی عربوں کی تعداد بیس فیصد ہے جو شہر کے ایک مخصوص علاقے میں رہتے ہیں۔ برصغیر سے تعلق رکھنے والے افراد ساٹھ فیصد ہیں۔ یہاں کی سرکاری زبان عربی ہے۔ غیر ملکیوں سے رابطے کی زبان انگریزی ہے جب کہ بقیہ لوگ اردو، ملیالم اور فلپینی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ باہر سے آنے والے سیاح کے لیے جو مقامات کشش رکھتے ہیں ان میں برج خلیفہ، برج العرب، اٹلانٹیس (Atlantis) ہوٹل، دبئی مال، ڈیزرٹ سفاری (Desert Safari)، مصنوعی جزیرہ پام جمیرہ (Palm Jumeirah)، سمندر میں بوٹ کا سفر، میوزیم، اسکائی ڈائیو (Sky Dive) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) برج خلیفہ: دبئی کی سب سے مشہور عمارت اور دنیا کی سب سے اونچی بلڈنگ ہونے کا اسے اعزاز

حاصل ہے۔ یہ 828 میٹر اونچی ہے اور اس میں 154 منازل ہیں۔ اس کی 124 ویں منزل پر سیاحوں کو بذریعہ لفٹ لے لایا جاتا ہے۔ لفٹ بہت تیز رفتار ہے اور اتنی اونچائی پر محض 3-2 منٹوں میں پہنچ جاتی ہے۔ اس کا ٹکٹ تقریباً چار ہزار روپے میں ملتا ہے۔ اوپر شیشے کا بڑا کیبن ہے جہاں سے پورا دبئی شہر، اس کے ہوٹل، عمارتیں اور سمندر نیز صحرا نظر آتے ہیں۔ بڑی بڑی گاڑیاں چھوٹے چھوٹے کھلونوں کی طرح سڑک پر چلتی دکھائی پڑتی ہیں۔ اگر آپ شام کو یہاں جاتے ہیں تو سورج کو دو بار ڈوبتا ہوا دیکھ پائیں گے۔ پہلی بار نچلی منزل سے اور اس کے بعد 124 ویں منزل سے۔ شیشے کے کیبن سے گزر کر اندر ایک ریسٹورنٹ ہے جہاں ناشتہ، چائے، کافی وغیرہ کا انتظام ہے۔ ناشتہ کرتے ہوئے بلند مقام سے شہر کا نظارہ کرنا ایک یادگار لمحہ بن جاتا ہے۔

(2) دبئی مال (Dubai Mall): یہ دبئی کا سب سے مشہور شاپنگ سینٹر ہے۔ یہاں دنیا کے مہنگے ترین

برانڈ کے شوروم ہیں۔ کپڑے، گھڑیاں، پرفیوم، جوتے چپل، سونے کے زیورات، کھلونے وغیرہ سے لے کر قیمتی گاڑیوں کے شوروم یہاں موجود ہیں۔ یہ بہت بڑے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے جس میں کئی سو دکانیں ہیں۔ برج خلیفہ کی عمارت اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ دو طرف دو مصنوعی تالاب ہیں جن کا نیلا پانی الگ سماں باندھتا ہے۔ یہاں اگر آپ کھڑے رہیں تو دنیا کے بیشتر ملکوں کے سیاح اپنے روایتی لباس، انداز اور زبان کے ساتھ نظر آئیں گے۔ کوئی شور شرابہ نہیں، صرف سیر و تفریح اور امن و سکون کی خواہش ان کے چہروں پر دکھائی پڑے گی۔

(3) برج العرب: یہ سات ستارہ (Seven Star) ہوٹل ہے جس کی شکل کشتی کے بادبان کی طرح ہے۔ یہ

سمندر کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کا افتتاح 1999 میں ہوا تھا۔ اس کی اونچائی 321 میٹر ہے۔ اس میں کل 176 سوٹ (Suit) ہیں۔ سب سے نچلے درجے کے سوٹ کا کرایہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے یومیہ ہے۔ یہاں کھانے پینے کے لیے سونے چاندی کے برتن استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ جمیرہ کے علاقے میں واقع ہے۔ یہ 59 منزلہ عمارت ہے۔ اس کی اوپری منزل پر ہیلی پیڈ (Heli Pad) ہے جہاں سے ہیلی کاپٹر براہ راست پرواز کر سکتے

ہیں۔ اپنی خوبصورت کے سبب یہ ہوٹل سیاحوں اور اشتہار (AD) بنانے والوں کا پسندیدہ مقام ہے۔

(4) اٹلانٹس (Atlantis): یہ دبئی کا مشہور ریسورٹ (Resort) ہے۔ اس کی شکل ایک خوبصورت

محل کے شاندار اور بلند دروازہ اور فصیل کی طرح ہے۔ یہ 5 ستارہ (Five Star) ہوٹل کی طرح آسائشیں مہیا کرتا ہے۔ اس میں کل 3805 کمرے ہیں۔ یہاں کا کرایہ تقریباً پچاس ہزار روپے یومیہ ہے۔ یہاں واٹر اسپورٹس (Water Sports) کی سہولت ہے۔ جو لوگ صرف یہ تفریح کرتے ہیں انھیں 8 ہزار روپے کا ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے۔ اٹلانٹس سے آپ ہیلی کاپٹر کے ذریعے نظاروں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہ بہت مہنگا ہے۔ بارہ منٹ کا نظارہ اکیس ہزار روپے کا پڑتا ہے۔ یہ ریسورٹ ایک مصنوعی جزیرے پر واقع ہے۔ یہاں بالی ووڈ کی کئی فلموں کی شوٹنگ ہو چکی ہے۔

(5) سمندر میں بوٹ کا سفر: دبئی کا شہر بحر عرب کے کنارے واقع ہے لیکن اصل میں یہ خلیج فارس (Persian Gulf) کا حصہ ہے۔ یہاں سمندر شہر کے اندر تک لایا گیا ہے اور اس پر کئی جگہ پل بنا کر نقل و حمل کو

آسان بنایا گیا ہے۔ اسی حصے میں مختلف طرح کی چھوٹی کشتیاں (Boat) اور بڑی کشتیاں (Cruise) شام کے وقت سیاحوں کو تفریح کراتے ہیں۔ رات کے وقت جب اونچی اونچی عمارتوں میں روشنیاں جلتی ہیں، ستارے آسمان پر چمکتے ہیں اور کشتیاں سمندر میں سفر کرتی ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ کسی جادوئی نگری میں آ گئے ہوں۔ ان کشتیوں میں کرتب دکھانے والے، رقص کرنے والے اور موسیقی کا بھی انتظام رہتا ہے۔ ساتھ میں ان کی ضیافت (Dinner) بھی کی جاتی ہے۔ اس کے لیے سیاحوں کو کم سے کم تین ہزار روپے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ یہ سفر عام طور سے 3 گھنٹے کا ہوتا ہے۔ گھومنے والوں کو ہوٹل سے بذریعہ کار سمندر کے ساحل تک لانے اور واپس لے جانے کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔

(6) صحرا میں لطف اندوزی (Desert Safari): دبئی کا سفر اس کے بغیر ادھورا ہے۔ اس لطف اندوزی کا ٹکٹ کم سے کم 2500 روپے کا ہوتا ہے۔ اس سفر میں سیاحوں کو ان کے ہوٹل سے اکٹھا کیا جاتا ہے اور ہر گاڑی میں چار یا چھ کی تعداد میں بٹھایا جاتا ہے۔ شہر سے باہر تھوڑی دیر بعد ریگستان میں ایک خاص مقام پر پہنچ

کر رکا جاتا ہے جہاں آپ اونٹ کی سواری کا مزہ لے سکتے ہیں یا ایک پالتو عقاب کو ہاتھ پر بٹھا کر تصویر کھنچوا سکتے ہیں۔ یہاں صحرا کی تیز ہوا آپ کا استقبال کرتی ہے، ساتھ ہی ریگستان میں چلنے والی خاص گاڑیوں کو کرایے پر لے کر خود سے چلا سکتے ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ سفر شروع ہوتا ہے اور گاڑیاں ایسے علاقے میں پہنچتی ہیں جہاں کی رات کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور اونچے نیچے ٹیلے بنے ہوتے ہیں۔ تیز رفتار گاڑیاں کبھی ٹیلے پر چڑھتی ہیں اور کبھی ڈھلوان میں اترتی ہیں تو اردگرد ریت بکھر جاتی ہے۔ آدھے گھنٹے کے اس تماشے کے بعد سیاحوں کو تیسری جگہ لے جایا جاتا ہے جہاں رقص و موسیقی کے ساتھ رات میں ڈنر (Dinner) کا اہتمام ہوتا ہے۔ چائے، کافی اور کولڈ ڈرنک کا مزہ لے کر واپسی کا سفر طے ہوتا ہے اور سیاحوں کو ان کے ہوٹل پہنچا دیا جاتا ہے۔

(7) دبئی شہر کی سیر: آدھے دن میں اگر آپ دبئی کی سیر کرتے ہیں تو اس کا ٹکٹ تقریباً ساڑھے تین ہزار روپے کا ہے جب کہ پورے دن کی سیر کے لیے اس سے زیادہ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس میں سیاحوں کو کار کے ذریعے ایک مقام پر جمع کیا جاتا ہے اور پھر ایک بڑی لگژری بس (Luxuary Bus) میں بٹھا کر شہر کے مختلف مقامات کو دکھایا جاتا ہے۔ بس میں ایک گائیڈ ہوتا ہے جو اردو اور انگریزی میں متعلقہ جگہ کی معلومات فراہم کرتا ہے۔ سب سے پہلے ایک پرانا قلعہ، سونے کے زیورات کا بازار، اسلامک کلچرل میوزیم، پام جمیرہ کا رہائشی علاقہ، جمیرہ مسجد، جمیرہ کا ساحل، دبئی کالج، ہوٹل برج العرب، ملٹی نیشنل کمپنیوں کے دفاتر وغیرہ خاص ہیں۔ کئی جگہ بس پندرہ منٹ یا آدھ گھنٹے کے لیے رکتی ہے تا کہ لوگ گھوم سکیں، شاپنگ کر سکیں یا تصویریں کھنچوا سکیں۔

دبئی سے 30 کلومیٹر کے فاصلے پر شارجہ ہے۔ یہاں سرسبز گھاس اور پیڑ پودے دکھائی پڑتے ہیں۔ یہاں سکون زیادہ نظر آتا ہے۔ شاپنگ مال اور ریسٹورنٹ بھی ہیں۔ دبئی سے 140 کلومیٹر دور ابوظہبی بڑا شہر ہے۔ بہت سے لوگ دبئی کے بعد ابوظہبی کی سیر بھی کرتے ہیں۔

■

Dr. Mohd Zahid
B-5, Garden Reach
Kolkata - 700024
Mob.: 8697194075

ظفر کمالی

نظم

جاگو جاگو ہوا سویرا

دور ہوا کب کا اندھیرا
جاگو جاگو ہوا سویرا

چڑیاں بھی اب چہک رہی ہیں
ڈالی ڈالی پھدک رہی ہیں
کلیاں بھی کیا مہک رہی ہیں
سستی نے کیوں تم کو گھیرا
جاگو جاگو ہوا سویرا

کام بہت ہیں فرصت کم ہے
ہمت ہے تو پھر کیا غم ہے
کوشش تب تک جب تک دم ہے
اگر مگر کا چھوڑو پھیرا
جاگو جاگو ہوا سویرا

نفرت کی دیوار گرائیں
سب کے دل کا خوف مٹائیں
آشاؤں کے دیپ جلائیں
وحشت کا ہم توڑیں گھیرا
جاگو جاگو ہوا سویرا

سونے والے رونے والے
اپنے دیدے کھونے والے
راہ میں کانٹے بونے والے
بھیا کہنا مانو میرا
جاگو جاگو ہوا سویرا

■

ماخذ: بچوں کا باغ، **شاعر:** ظفر کمالی، **چوتھی اشاعت:** 2023، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

انصار احمد معروفی

نظم

مئی

آگ اگلتے آگیا ماہ مئی
بھاگتے ہیں جس سے ہاں موسم وہی
پانچویں نمبر کا پائدان ہے
اس کی کل اکتیس دن کی شان ہے
اس میں چلتے بس تھپیڑے لو کے ہیں
ہر طرف بس نعرے 'ہائے، ہو' کے ہیں
اس میں کھلتا صبح کو اسکول ہے
صبح کا موسم تو جیسے پھول ہے
گرچہ ہوتی ہیں سویرے چھٹیاں
پھر بھی کتنی جھیلتے ہیں سختیاں
آج کی سختی کا ہم پھل کھائیں گے
آج کی محنت کا پھل کل پائیں گے
اور جو موسم کی سختی سے ڈرا
زندگی میں سب سے پیچھے رہ گیا
اس قدر گرمی کی شدت اس میں ہے
جھانکیے باہر تو جیسے جل گئے
ننگے پیر اس میں اگر باہر گئے
پاؤں میں چھالے بلا قیمت پڑے
جو جفاکش، محنتی، خوددار ہو
مشکلوں کے آگے اک دیوار ہو
ایسے ہی بچے ترقی کرتے ہیں
اک قدم روزانہ آگے بڑھتے ہیں
گرم موسم میں خدا نے دیکھیے
ٹھنڈے ٹھنڈے اس نے پھل ہیں دے دیے
ککڑی کھیرا اور ہری وہ سبزیاں
مثل سر تربوز کی وہ سرخیاں
قلفی ٹھنڈی ٹھنڈی اور آئس کریم
ان کا کھانا پینا ہے رسم قدیم
اک طرف کولر ہے، پنکھا اور فریج
ہو جو بجلی تو یہ راحت کے ہیں بیج
امتحاں ہوتا ہے ہر اسکول میں
امتحاں، کانٹا ہے جیسے پھول میں
امتحاں سے پار ہوجاتے ہیں جب
درجہ اونچا ہم کو مل جاتا ہے تب
لمبا لمبا دن ہے اور چھوٹی ہے رات
گرم اس کا دن، مگر ٹھنڈی ہے رات

■

ماخذ: یہ مہینے اور موسم، **شاعر:** انصار احمد معروفی
پہلی اشاعت: 2018
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

ارشاد احمد ارشاد

ماہیے

تم علم کرو حاصل
محنت سے پڑھو بچو!
رہنا نہ کبھی جاہل

لڑنے سے بچو بچو!
چھوڑو نہ کبھی تم بھی
تہذیب کے دامن کو

جو خود کو پسند آئے
اوروں کو وہی دینا
مہنگی ہو وہ پھر چاہے

کرتے جو حسد دیکھو
اک آگ ہے یہ ایسی
جل جاتے ہیں اس میں وہ

نفرت تو نہیں اچھی
نفرت سے تو بچنا تم
ہے بات یہی سچی

نیکی کا ہی دم بھرنا
عزت ہو بڑوں کی بھی
بس کام وہی کرنا

بس دور رہو ان سے
کرتے ہوں شرارت جو
بچے وہ نہیں اچھے

ہے سب کا یہی کہنا
تم اپنی کتابوں کو
بس دوست رکھو اپنا

■

Irshad Ahmad Irshad Dehlavi
Makan No: 1206, Gali No: 39/4
Jafrabad
Delhi - 110053
Mob.: 7011543560
irshadahmadshad@gmail.com

نظیر راہی

صابر پرواز

نٹ کھٹ بالک، لُپ چھپ چاند

ماما، ماما، چندا ماما
سارے گاما چندا ماما
بدلی سے باہر آجاؤ
کھل کر مجھ سے آنکھ ملاؤ
لُپ چھپ، لُپ چھپ اچھی ہے کیا
مجھ سے کٹّی کرنی ہے کیا
اپنوں سے یہ پردہ کیسا
تم سے مانگا کس نے پیسہ
باہر نکلو، چم چم کردو
میرے من کو سرگم کردو
بچے کا دل بہلا دو نا
کرنوں سے سر سہلا دو نا
تھپکی سے سو جاؤں گا میں
سپنوں میں کھو جاؤں گا میں

■

Sabir Parvaz
Anjuman School Road
Jam Mahollah
Bhusaval - 425201
Distt: Jalgaon (Maharashtra)
Mob.: 9637580120
saicomputers4you@gmail.com

کتنے سچے کتنے پیارے

ننھے ننھے پیارے پیارے
بچے سب کی آنکھ کے تارے

کریں گے بڑھ کے نام یہ اونچا
یہ ہیں جگ کے راج دلارے

رہتا ہے ہر حال میں خوش جو
اپنی قسمت آپ سنوارے

اس کو ہی منزل ملتی ہے
راہ میں جو ہمت نہ ہارے

کھیلیں کودیں خوب مزے میں
گھر کو آئیں سانجھ سکارے

چنو منو گڈو ببلو
گگن میں جیسے چاند ستارے

راہی یہ بچے لگتے ہیں
کتنے سچے کتنے پیارے

■

Nazeer Rahi
31, Hiran Bari Lane
Kolkata - 700073 (West Bengal)
Mob.: 9831951871

نظم

شمس النسا کرن

بلی رانی

حفصہ نے اک بلی پالی
جس کی صورت بھولی بھالی

سونے جیسا رنگ ہے اس کا
نیلی نیلی آنکھوں والی

کھیلے کودے اِدھر اُدھر وہ
سر پہ اٹھائے سارا گھر وہ

خوب مزے سے دودھ ہے پیتی
گود میں آکر چین سے سوتی

نام ہے اس کا بلی رانی
حفصہ کی ہے وہ دیوانی

■

Shamsun Nisa Kiran
3-10-92/G2
Mukkidipeta
Hindpur - 515201 (AP)
Mob.: 8500494611
shamshunnisas534@gmail.com

پروین بیگم

گرمی کا موسم

گرمی کا ہے موسم آیا
ساتھ میں اپنے آم لایا
کھٹے میٹھے اور رسیلے
آم کھائیں شوق سے بچے
ٹھنڈا ٹھنڈا شربت پیتے
پنکھے کولر سب ہیں چلتے
دھوپ سے سب بچے حیراں
جائیں کیسے چھوڑ میداں
لسی پیتے، کلفی کھاتے
اپنی اپنی پیاس بجھاتے
دعا ہے رب سے جلدی جائے
گرمی کا یہ موسم ہائے

■

Parveen Begum
Urdu Pandit, Govt. Girls High School
Husain Alam (New)
Hyderabad - (Telangana)
parveenbegum561@gmail.com

جل ہی جیون ہے

خطاب عالم شاد

پانی

پانی کی یہ کہانی
سن لو مری زبانی
کچھ ذائقہ نہیں ہے
پھر بھی ہے زندگانی

اللہ کی عطا ہے
موجود ہر جگہ ہے
برباد گر کریں گے
ہم سب کی یہ خطا ہے

اس کے بغیر جائیں
ہم سب کی بچ نہ پائیں
ہم کو بچائے پانی
پانی کو ہم بچائیں

■

Khattab Alam Shad
Osman Manzil, H/No: 387/1/166
Sthir Para Road West, Purbasha
Po.: Kankinara - 743126
Dist-North 24 Parganas (West Bengal)
Mob.: 9339966186
khattabalamshad@gmail.com

افروزہ نعیم

پانی زندگی کی ضرورت ہے

پانی کے بغیر زندگی ممکن نہیں ہے۔ دنیا میں تین حصہ پانی اور صرف ایک حصہ زمین ہے۔ اس کے باوجود تمام پانی اس لائق نہیں ہے جسے پیا جا سکے۔ جتنا پانی روئے زمین پر موجود ہے اس کا صرف تین فیصد ہی پانی پینے لائق ہے۔ اس میں سے بھی 2.4 فیصد پانی گلیشئروں میں جمع اور 0.6 فیصد پانی ہی ندیوں اور تالابوں میں موجود ہے جسے ہم پیتے ہیں اور اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ زمین پر 97 فیصد پانی کھارا ہے اور سمندروں میں موجود ہے۔ زمین کے اندر بھی پانی پایا جاتا ہے لیکن اس کا بھی بیشتر حصہ کھارا نکلتا ہے۔ ہم اپنی زندگی میں پانی کثرت کے ساتھ ضائع کرتے ہیں۔ گلاس میں رکھے ہوئے پانی کو چھپا کر نہیں رکھتے اور پھر جب پانی پینا ہو تو پھر اس گلاس کے پانی کو پھینک دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی اور طرح سے بھی ہم پانی ضائع کرتے ہیں۔ گھر میں ہمارے نلوں کے ذریعے پانی آتا ہے۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے نلوں کو ٹھیک سے بند نہیں کرتے۔ اس سبب بھی پانی دھیرے دھیرے زمین پر گرتا ہے اور ضائع ہوتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پانی کا صحیح استعمال کیا جائے اور اس کی حفاظت کی جائے۔ پانی اتنا ہی برتن میں لیا جائے جس قدر استعمال کی ضرورت ہو۔

ہماری صحت کے لیے بھی پانی بہت ضروری ہے۔ ایک نوجوان آدمی کو دن بھر میں کم سے کم 3.7 لیٹر اور ایک عورت کو 2.7 لیٹر پانی پینا چاہیے۔ صحیح اور درست مقدار میں پانی پینے سے انسان کی صحت ٹھیک رہتی ہے اور ہمارا ہاضمہ درست رہتا ہے۔ اسی کے ساتھ پانی ہماری جلد کو ٹھیک رکھنے میں بھی بہت اہم تعاون کرتا ہے۔ اس کے

علاوہ اور بھی بہت ساری جسمانی ضرورتیں پانی پر منحصر ہیں جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

پانی پینے کا طریقہ اور سلیقہ یہ ہے کہ بوند بوند پیا جائے۔ اچانک سے گٹاگٹ نہ پی لیا جائے۔ پانی بیٹھ کر پیا جائے نہ کہ کھڑے ہو کر دوسری مخلوق کی طرح پیا جائے۔ اسی طرح پانی گنگنا کر کے پیا جائے یا پھر پانی جیسی صورت میں موجود ہے اسی صورت میں پی لیا جائے۔ ٹھنڈک میں گنگنا پانی پینا زیادہ مناسب ہے۔ پرانے زمانے میں جب زمین سے نکلنے والے پانی کو پیا جاتا تھا تو اس وقت زمین سے نکلنے والا تازہ پانی ٹھنڈک میں گرم اور گرمی میں ٹھنڈا نکلتا تھا۔ اس تازہ پانی کو پینے میں کوئی نقصان بھی نہیں تھا لیکن آج گرمی کے موسم میں فریج کے اندر رکھ کر پانی کو خوب ٹھنڈا کیا جاتا ہے اور اسے صحت کا خیال کیے بغیر ہی پی لیا جاتا ہے۔ یہ صورت انسانی صحت کے لیے بہت نقصاندہ ہے۔ اس سے بچنے اور احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ احتیاط خود ہمارے لیے بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔ گرمی کے موسم میں اگر ٹھنڈا پانی پینے کا بہت من کرے تو مناسب ہے کہ گھڑے میں رکھ کر پانی کو فطری طور پر ٹھنڈا کیا جائے۔ گھڑے میں رکھ کر ٹھنڈا کیا گیا پانی انسان کے لیے نقصان دہ ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح تانبے اور اسٹیل کے برتنوں میں بھی پانی رکھا جا سکتا ہے۔

آج کے زمانے میں خصوصی طور پر پلاسٹک کے برتنوں میں پانی رکھنے کا مزاج بن گیا ہے۔ پلاسٹک ہماری زندگی کو بہت تیزی کے ساتھ نقصان پہنچا رہا ہے۔ لہٰذا پلاسٹک کے برتنوں، ڈبوں اور بوتلوں سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔ اسکول جانے کے لیے بھی کبھی پلاسٹک کی بوتل نہیں رکھنی چاہیے۔ بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہم خصوصی طور سے اسکول جانے کے اسٹیل کی بوتل کا استعمال کریں۔ اگر پلاسٹک کی بوتل میں پانی رکھا ہوا ہو اور اس بوتل پر سورج کی روشنی پڑے تو پھر وہ پانی بہت خطرناک طور سے انسانی زندگی کے لیے نقصان دہ ہو جاتا ہے۔ اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ گھر میں پانی کسی اسٹیل کے برتن میں رکھا جائے نہ کہ کسی پلاسٹک کے ڈبے میں۔ گھر میں عام طور پر پلاسٹک کے ڈبے میں رکھے ہوئے پانی پر سورج کی روشنی نہیں پڑتی لیکن اس کے باوجود پلاسٹک کا ڈبہ کسی نہ کسی سطح پر ہماری صحت کے لیے بیماری کا سبب بنتا ہے۔ مناسب یہی ہے کہ ہر طور سے پلاسٹک کے برتنوں سے بچا جائے اور اس کی جگہ اسٹیل، شیشے اور تانبے کے برتنوں کا استعمال کیا جائے۔

جب ہمارے جسم میں پانی کی کمی ہوتی ہے تو ایسی صورت میں ہمارا جسم کچھ علامتیں ظاہر کرنے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر ہمیں پیاس لگتی ہے۔ جسم میں تھکان محسوس ہوتی ہے۔ کئی بار بہت دیر تک پانی نہ پیا جائے تو سر میں کچھ درد سا محسوس ہونے لگتا ہے۔ منہ اور گلا بھی سوکھنے لگتا ہے۔ اسی طرح پانی کی کمی کے سبب گہرے پیلے رنگ کا پیشاب بھی آتا ہے۔ یہ تمام کمیاں پانی کی قلت کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ جسم کو اگر پانی کی ضرورت ہو تو سب سے اہم علامت یہ ظاہر ہوتی ہے کہ ہمیں بہت تیز پیاس لگتی ہے۔ بہت تیز پیاس لگنے کا مطلب یہی ہے کہ ہم کم کم پانی پی رہے ہیں یا پانی پینے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ ہم ہمیشہ اتنی مقدار میں پانی ضرور پیا کریں کہ پیاس محسوس نہ ہو۔ پانی ہمارے جسم کو ٹھنڈا رکھتا ہے اور

دن بھر کے کام کرنے کے لیے طاقت عطا کرتا ہے۔

ایک عام انسان کے جسم میں اوسطاً ساٹھ فیصد پانی ہوتا ہے لیکن پانی کی مقدار جسم کی بناوٹ کے اعتبار سے کم زیادہ بھی ہوسکتی ہے۔ ہمارے دماغ اور دل میں 73 فیصد پانی ہوتا ہے، ہمارے پھیپھڑوں میں 83 فیصد پانی کا حصہ ہوتا ہے، ہماری جلد میں 64 فیصد پانی کی مقدار ہے۔ ہمارے اعصاب اور گردوں میں پانی کی مقدار 79 فیصد ہے اور یہاں تک کہ ہماری ہڈیوں میں بھی 31 فیصد پانی ہے۔ اس طرح اگر دیکھا جائے تو ہمارے جسم میں پانی کی اہمیت اور کردار بہت اہم ہے۔

پانی کے حوالے سے ہماری زندگی میں بہت سی باتیں ہوتی رہی ہیں۔ پانی کے موضوع پر سمینار ہوتے ہیں، پانی پر مضامین لکھے جاتے ہیں، پانی پر ریسرچ کی جاتی ہے، یہاں تک کہ پانی ہمارے زبان وادب کا بھی ایک اہم حوالہ ہے۔ یعنی ہماری ہندوستانی خاص طور سے اردو شاعری میں بھی پانی کا خوب ذکر آیا ہے۔ اردو شاعروں میں میر تقی میر، ولی، مرزا سودا، میر درد، شیخ ابراہیم ذوق، مومن خاں مومن، اسداللہ خاں غالب، انشاء اللہ خاں انشا، غلام ہمدانی مصحفی اور نئے شاعروں میں شہریار، فراق، بانی، زیب غوری اور کلیم عاجز وغیرہ کی شاعری میں پانی کا ذکر خوب ہوا ہے۔ شاعروں نے پانی کے موضوع پر جس طرح کے مضامین باندھے ہیں، اس میں بہت رنگارنگی اور تنوع پیدا ہوگیا ہے۔ پانی کے ساتھ اشعار میں استعمال کیے جانے والے الفاظ بھی قابل غور ہوتے ہیں۔ دیکھنا چاہیے کہ پانی کے ساتھ کیا کیا لفظ شعر میں استعمال ہوتے ہیں اور ان سے پانی کے معنی میں کیا کیا تبدیلی واقع ہوجاتی ہے۔ بعض اشعار پڑھ کر ذہن پانی سے کہیں اور منتقل ہوجاتا ہے۔ ہر شاعر نے پانی کے لفظ کو اپنے طور پر برتا ہے اور پانی کے ساتھ لفظ میں کچھ نئے الفاظ شامل کیے ہیں۔ شاعروں کے یہاں پانی کے مفہوم کے ساتھ کچھ اور مفہوم بھی نظر آتے ہیں۔ چند اشعار یہاں اس حوالے سے پیش کرتا ہوں۔

شدید پیاس تھی لیکن چھوا نہ پانی کو
میں دیکھتا رہا دریا تری روانی کو

—شہریار

حبابوں کی نہ پوچھو بلبلا اٹھتے ہیں پل بھر میں
ملے ہیں ان غریبوں کو کلیجے بھی تو پانی کے

—شاد

دور تک پھیلا ہوا پانی ہی پانی ہر طرف
اب کے بادل نے بہت کی مہربانی ہر طرف

—شباب للت

ان اشعار کو پڑھ کر اور دیکھ کر دل بہت خوش ہوتا ہے۔ آپ دیکھیے کہ ایک پانی کے لفظ میں شاعروں نے کس قدر معانی پیدا کیے ہیں اور ذہن کہاں کہاں منتقل ہوتا ہے۔ شاعری چیز ہی ایسی ہے کہ شاعر ہزار طرح سے ایک لفظ کو باندھ سکتا ہے اور اس میں نئے رنگ اور نیا حسن پیدا کرسکتا ہے۔

■

Afroza Naeem
H-74, 4th Floor, Moradi Road
Batla House, Jamia Nagar
New Delhi- 110025

پانی ہی جیون ہے ہمارا

مصباح خان

پانی ہی ہے سب کی راحت
پانی ہی ہے سب کی الفت
پانی ہماری پیاس بجھائے
گندی گلیوں کو دھو جائے
پانی سے دھلتا گھر آنگن
پانی سے ہی چمکے برتن
پانی سے ہر چیز چمکتی
پانی سے مٹی ہے مہکتی
پیڑوں کو تم پانی دے دو
انھیں نئی زندگانی دے دو
امبر سے جب پانی برسے
اس میں نہانے کو دل ترسے
پانی ندیوں کو بھر لائے
پانی مٹی کو مہکائے
دریا کا یہ سرسر پانی
کہتا ہے کچھ ہم سے زبانی
بھاری چیزوں کو یہ ڈبوئے
ہلکے ساماں سر پہ بٹھائے
پانی اللہ کی ہے رحمت
بڑھ جائے تو یہ ہے زحمت
پانی ہی جیون ہے ہمارا
پانی ہی درپن ہے ہمارا

■

Misbah Khan Mo Aslam
H. No.: 29, Kishor Takiz ke Pichhe
Daakwali Rajpura, Wano No 35
Burhanpur- 450331 (MP)
Mob.: 7974662959
fa0737915@gmail.com

مصنف: عطیہ الابراشی ترجمہ: محمد فیضان اللہ

ترجمہ

سعادت مندی کا صلہ

عطیہ الابراشی ایک مشہور مصری ادیبہ، اور کہانی کا ر تھیں۔ یہ کہانی ان کی کتاب مجموعۃ 'القصص الادبیۃ لطلاب اللغۃ العربیۃ' سے ماخو ذ ہے،کہانی کا نام 'کنز مفقود' ہے، لیکن ترجمہ میں کردار کا نام مختلف رکھا گیا ہے،اور ترجمہ تفہیمی انداز میں کیا گیا ہے۔

ایک چھوٹی سی آوارہ بلی تھی جوگلیوں میں پھرتی رہتی تھی جس کا اپنا نہ کوئی مسکن تھا نہ ٹھکانہ، وہ راستے وگلیوں میں پڑی رہتی تھی، جو کچھ مغلاظات میسر ہوتا وہی اس کی غذا تھی۔سعید نام کے دس سالہ بچے کی نظراس سفید چھوٹی بلی پر پڑی، وہ اس کو بہت پیاری لگی۔اس کو اپنے گھر لا کر پالنا چاہتا تھالیکن اس کی امی نے یہ کہہ کرمنع کر دیا کہ ایک تو بلی آوارہ ہے، راستوں پہ ماری ماری پھرتی ہے، دوسرے میرے پاس وقت نہیں ہے کہ میں اس کی دیکھ بھال کرسکوں۔ سعید والدہ کی بات کیسے نہ مانتا کیونکہ وہ فرمانبرداراور نیک بچہ تھا، چنانچہ بلی راستوں اورگلیوں میں تنہا پڑی رہتی تھی، سعید جب بھی اسے دیکھتا تو وہ اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی کوشس کرتا کیونکہ یہ چھوٹی سی سفید بلی اسے بہت پسند تھی۔سعید اپنے پردادا کے بنائے ہوئے پرانے اور بوسیدہ گھر میں رہتا تھا۔گھر کے بیک یارڈ میں بڑا سا باغ تھا جس میں کئی قسم کی سبزیاں اور پیڑ تھے جن کو باغ میں پکے اینٹ سے بنے کنویں سے سیراب کیا جاتا تھا، بلی کو جب بھی پیاس لگتی تو وہ اس کنویں کے پاس چلی آتی تھی، سعید کی امی اسے ہمیشہ کنویں کے قریب جانے سے منع کرتی تھیں کہ سعید کہیں کنویں میں گر نہ جائے۔

ایک دن بلی کنویں کے چبوترے پر تھی کہ اچانک پیر پھسلنے کی وجہ سے کنویں میں گر گئی، کنواں گہرا اور تاریک تھا، سردی کی وجہ سے اس کا پانی بھی ٹھنڈا تھا۔ بلی نے بہت کوشش کی کہ وہ دیوار پر چڑھ کر باہر نکل آئے، لیکن نکل نہ سکی۔ اس کی تمام کوشش ناکام رہیں۔ بلی کو ڈوبنے کا خطرہ لاحق ہو گیا اور وہ میاؤں میاؤں کرنے لگی۔سعید اپنے کھیل میں مگن تھا کہ اس کے کانوں میں بلی کی آواز

پڑی، وہ آواز کی طرف تیزی سے دوڑا۔ باغ کے پچھلے حصے میں بلی کو ڈھونڈنے لگا۔ کبھی پیڑوں کی طرف دیکھتا تو کبھی سبزیوں کی طرف،لیکن اسے بلی کا کوئی نشان تک نہیں ملا، حالانکہ بلی کی آواز سعید کو مستقل سنائی دے رہی تھی، پھر اس کے ذہن میں آیا کہ کہیں بلی کنویں میں تو نہیں گر گئی۔ وہ کنویں کی طرف بھاگا، اندر جھانک کر دیکھا تو بلی کو کنویں میں پایا، اس کو دیکھ کر بلی مزید میاؤں میاؤں کرنے لگی۔ سعید نے بلی کو دیکھا کہ وہ کنویں کے ایک چکنے پتھر کو اپنے پنجوں سے پکڑے لٹکی ہوئی تھی جو مسلسل پھسل رہا تھا۔ سعید یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور دوڑتے ہوئے ماں کو خبر کرنے گھر کی طرف دوڑا تاکہ بلی کو نکالنے میں ان سے مدد مانگے، لیکن اس کی امی چھوٹے بھائی کے ساتھ باہر گئی تھیں۔ سعید پھر سڑک پر کام کر رہے مزدوروں کے پاس گیا، ان سے عاجزانہ انداز میں کہا کہ میرے ساتھ چلیے، ایک چھوٹی سی بلی کنویں میں گر گئی ہے اس کو نکالنے میں میری مدد کیجیے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر وہ اسی میں پڑی رہی تو کہیں ڈوب کر مر نہ جائے۔ ایک نے کہا: ارے چھوڑو، ڈوب کے مر جائے، دوسرے نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا جاؤ تم خود ہی نکال لو۔ تیسرے نے کہا: ہمارے کام میں دخل نہ ڈالو ہمیں اپنا کام کرنے دو۔ سعید ان سب کے جواب سن کر رونے لگا، مایوس ہو کر واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں پوسٹ مین سے بھی مدد مانگی۔ اس نے کہا فارغ ہو کر آتا ہوں، سعید نے کہا جب تک تم فارغ ہوگے تب تک بیچاری بلی ڈوب جائے گی۔ سعید پریشان اپنے اردگرد دیکھ رہا تھا کہ شاید کوئی مل جائے جو بلی کو نکالنے میں اس کی مدد کرے آخر اسے کوئی نہیں ملا۔

سعید نے ارادہ کیا کہ وہ بذات خود اسے نکالے گا۔ وہ بھاگتے ہوئے گھر میں رکھی پرانی سیڑھی لے آیا، کسی طرح وہ سیڑھی کو کنویں میں اتارنے میں کامیاب ہو گیا، اس وقت اسے اپنے استاد کی نصیحت یاد آئی ''ہر کام انسان کے بس میں ہے، اگر وہ خلوص اور محنت کے ساتھ کی جائے۔'' سعید کنویں میں اتر گیا، سیڑھی سے اترتے وقت کنویں کی دیوار سے ایک پتھر گر گیا جس پر بلی لٹکی ہوئی تھی، لیکن تب تک سعید نے بیچاری بلی کو پکڑ لیا، جو ٹھنڈ کی وجہ سے کانپ رہی تھی۔ سعید نے اس کو اپنے کندھے پر رکھ لیا اور سیڑھی پر نہایت ہی احتیاط کے ساتھ چڑھنے لگا تاکہ وہ بلی کو کنویں سے باہر نکال سکے۔ اس نے پتھر کی جگہ ایک چھوٹا سا سوراخ دیکھا جس میں زنگ لگا ہوا صندوق تھا۔ سعید نے صندوق کے قبضے کو مضبوطی سے پکڑ کر اٹھایا۔ صندوق وزنی ہونے کی وجہ سے قریب تھا کہ کنویں میں گر جائے لیکن سعید نے اسے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے صندوق کو لے کر باہر نکلنے میں کامیاب ہوا۔ سعید جب کنویں کے اوپری حصے پر پہنچا تو وہاں اس نے اپنی امی کو دیکھا جو اس کو گھر میں نہ پا کر ڈھونڈتے ہوئے یہاں آ پہنچی تھیں۔ سعید کو کنویں کے اندر دیکھ کر ڈر گئیں۔ ڈانٹتے ہوئے بولیں یہاں کیوں آئے، کس نے کنویں میں اترنے کو کہا اگر تمھارا پیر پھسل جاتا تو کون تم کو بچاتا، گھر میں کوئی ہے بھی نہیں، سعید نے کہا:

الحمدللہ میں صحیح ہوں، صرف کپڑے خراب ہوئے ہیں، اس نے سارا معاملہ بیان کیا کہ ایک کمزور جان کی حفاظت کے خاطر اس نے یہ قدم اٹھایا۔ بلی کو نکالتے وقت اسے ایک صندوق ملا جسے وہ ساتھ لے آیا، دیکھیے تو

اس میں ہے کیا، ماں نے صندوق لے لیا ،سعید غسل کر کے ایک تولیے سے خود کو اور بلی کو بھی سکھایا تا کہ سردی نہ لگے۔ اسی دوران سعید کے ابو آ گئے، انھوں نے گھر کے بکھرے حالات کو دیکھ امی سے ماجرا پوچھا، امی نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ سعید کے ابو تعجب وخوشی سے سعید کو دیکھنے لگے کہ آج اس نے ایک جان کی حفاظت کی ہے، انھوں نے سعید کو شاباشی دیتے ہوئے کہا، مجھے تمھاری بہادری ورحم دلی پر فخر ہے۔

امی نے صندوق کو دکھاتے ہوئے پوچھا یہ کیسا صندوق ہے جو کھل نہیں رہا اور اس میں کیا ہے؟ سعید کے ابو نے صندوق کو دیکھ کر کہا کہ شاید یہ وہ صندوق ہے جسے میرے دادا نے ایسی جگہ چھپا دیا تھا کہ کسی کو پتہ ہی نہ چلے۔ ان کی موت کے بعد بہت سے لوگوں نے کھوجنے کی کوشش کی، لیکن سب ناکام رہے۔ کسی کو اس کا نشان تک نہیں ملا۔ سعید یہ سن کر خوشی سے جھوم گیا۔ اس نے کہا کیوں نہ اس کو کھول کے دیکھا جائے کہ اس میں کیا ہے۔ سعید کے ابو نے کھولنے کی بہت کوشش کی ،لیکن کھول نہ سکے، انھوں نے کہا صندوق بہت زیادہ زنگ آلود ہے، اس کی چوڑیاں گھس گئی ہیں، جاؤ، تالا توڑنے والے کو بلا لاؤ، سعید خوشی سے سرشار دوڑتے ہوئے تالا توڑنے والے کو لے آیا، اس نے صندوق کو دیکھا، اور کھولنے لگا بڑی کوشش کے بعد وہ صندوق کھولنے میں کامیاب ہوا۔ جب صندوق کھلا تو اس میں سونے کے چمکتی ہوئی اشرفیاں تھیں، سبھی خوشی سے جھوم اٹھے کیونکہ انھوں نے اپنی زندگی میں اتنی زیادہ اشرفیاں نہیں دیکھی تھیں ۔ والد نے کہا کہ اسی خزانہ کو میرے والد نے ہر جگہ ڈھونڈا لیکن نہ پا سکے۔ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کنویں کے دیوار میں مدفون ہے۔ یہ خزانہ سعید کی نیکی، بہادری و سعادت مندی کی وجہ سے ملا ہے،سعید نے بلی کو گلے لگا کر محبت سے پچکارتے ہوئے بولا کہ میں نے نہیں اس بلی نے پایا ہے، میں ہمیشہ ماں سے کہتا تھا کہ اس کو پالنے کی اجازت دیں، لیکن وہ منع کر دیتی تھیں، امی مسکراتے ہوئے بولیں کہ اب تم اس لائق ہو گئے ہو کہ تم اس کی دیکھ بھال کر سکو۔

امی نے کہا چلو تم لوگوں کے لیے ضروری سامان خرید لاؤں، سعید نے کہا میری پیاری سی بلی کے لیے سبز رنگ کا مخملی گدا ضرور لے لیجیے گا تا کہ وہ آرام سے اس پر سو سکے اور ایک خوبصورت پیالہ بھی جس میں وہ دودھ پی سکے، کیونکہ وہی اصل حقدار ہے، اسی کی وجہ سے یہ خزانہ ملا ہے۔ سعید ان سب سے فارغ ہو کر مزدوروں کے پاس گیا اور بتایا کہ اس کو خزانہ ملا ہے۔ سب کف افسوس ملنے لگے، مزدوروں نے شرمندگی کے ساتھ کہا اگر ہم تمھارے ساتھ جاتے تو ہمیں بھی خزانے سے حصہ ملتا لیکن ہم نے سختی وسنگ دلی کا راستہ اپنایا اس لیے ہم خزانے کی نعمت سے محروم ہو گئے، لیکن تم اس کے حقدار ہو کیونکہ تم سعادت مند ہو اور یقیناً جو دوسروں کے ساتھ خیر کا معاملہ کرتا ہے اللہ بھی اس کے ساتھ خیر کا معاملہ کرتا ہے، اور اس کو خوب نوازتا ہے۔

■

Mohd Faizanullah
Vill & Post: Nadwasarai
Nadwa Khas, Bhopaura
Ghosi- 275302 (UP)
Mob.: 8090406755
mohdfaizannadwi0@gmail.com

کہانی

مجیر احمد آزاد

نیکی کا راستہ

اسکول کی چھٹی ہوئی۔ احمر اچھلتا کودتا، پانی کی بوتل ہوا میں اچھالتا ہوا گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اسکول بس اور دوسری گاڑیوں سے بچتا ہوا سڑک کی بائیں جانب چلا جارہا تھا۔ اس کا گھر زیادہ دور نہیں تھا۔ بازار کے آخری کنارے پر اسکول ہے، بازار ہے، مسجد ہے اور پھر اس کا محلّہ شروع ہو جاتا ہے۔ ابھی وہ بازار سے نکلا ہی تھا کہ اس کی نگاہ سڑک کنارے پڑے ایک پرس (بٹوہ) پر پڑی۔ اس کے قدم رک گئے۔ اس نے آتے جاتے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ کسی کی بھی توجہ اس کی طرف نہیں تھی۔ اس نے لپک کر پرس اٹھایا اور اسکول بیگ میں ڈال لیا۔ کچھ دیر وہیں رک کر پرس کے بارے میں سوچتا رہا یہاں تک کہ اس کا ساتھی نجیب پیچھے سے آملا۔ اس نے نجیب کو پرس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ دونوں گھر کی طرف چل پڑے۔ احمر کا ذہن بار بار اسی پرس پر چلا جاتا جو اس نے راستے سے اٹھا کر بیگ میں رکھ لیا تھا۔

وہ گھر پہنچا اور جلدی جلدی جوتے موزے اتارے اور تیزی سے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے بیگ سے پرس نکال کر چھپانا چاہتا تھا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس کو کھول کر دیکھ لوں۔ ابھی اسی گُن دھُن میں تھا کہ اس کی امی کمرے میں داخل ہوئی۔ انھیں اچانک دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔ مارے گھبراہٹ کے وہ بھول گیا کہ اس کے ہاتھ میں پرس ہے۔ دیکھتے ہی انھوں نے پوچھا۔

”یہ پرس کس کا ہے، تمہارے پاس کہاں سے آیا؟“

اس کو کچھ سوچنے اور بناوٹی جواب کا موقع نہیں ملا۔ وہ یوں بھی امی سے جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

”مسجد سے آگے سڑک پر ملا۔“

”سڑک پر گرا تھا، تم نے اٹھا لیا۔ ملا نہیں۔“ امی نے ذرا سختی سے ٹوکا۔

وہ اور بھی شرمندہ ہوا اور اپنی گردن جھکائے کھڑا رہا۔ امی نے اسے پریشان دیکھا تو سینے سے لگا لیا اور دلار کرتے ہوئے بولیں۔

”پرس کسی کا گر گیا ہوگا اور وہ اسے تلاش کرتا ہوگا۔ ہوسکتا ہے اس میں کچھ کاغذات اور ضروری کام کے لیے روپے ہوں۔“

وہ ایک ٹک امی کو دیکھے جا رہا تھا۔ وہ بے چین ہو رہی تھیں۔

''تمھیں وہیں انتظار کرنا تھا،کوئی نہ کوئی تلاش کرتا ہوا ضرور آتا۔''

احمر کو اب اپنی نیت پر شرمندگی ہورہی تھی۔ اس کی امی اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

''اسی جگہ چلو جہاں سے یہ پرس اٹھایا تھا۔''

دونوں اسی راستے پہ چل پڑے۔ مسجد سے آگے بڑھے۔ لوگوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔ موٹر سائیکل وغیرہ تیزی سے گزر رہی تھیں۔ کچھ دیر احمر اپنی امی کے ساتھ یوں ہی کھڑا رہا۔ پھر امی نے اس سے کہا۔

''تم اس پرس کو اپنے ہاتھ میں لے لو تاکہ آنے جانے والوں کی نظر اس پر پڑے۔''

کچھ دیر دونوں وہیں کھڑے رہے،کوئی بھی ان کے سامنے نہیں رکا۔ احمر کی امی اسے لے کر آگے بڑھی جہاں محلے کے ہی اصغر چاچا کی چائے کی دکان تھی۔ احمر نے انھیں سلام کیا۔ اصغر چاچا نے ماں بیٹے کو ایک ساتھ اپنی دکان پر دیکھا تو حیران ہوئے اور پوچھا۔

''بابو کیا بات ہے؟ آپ اپنی امی کے ساتھ یہاں۔''

احمر خاموش رہا تو اس کی امی نے جواب دیا۔

''چاچا، یہ پرس احمر نے تھوڑا آگے سڑک سے اٹھایا ہے۔ اسے تلاش کرتے ہوئے کوئی ادھر آیا تھا کیا؟''

''ہاں بی بی جی ایک موٹر سائیکل سوار پریشان حال پوچھنے آیا تھا۔ اس کے پرس میں کچھ ضروری کاغذات ہیں، بتا رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ مسجد کی طرف گیا ہے۔ ہر جگہ پوچھتا پھر رہا ہے، بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔'' اصغر چاچا نے بتایا اور دکان سے باہر نکل کر سڑک کے دونوں جانب دیکھنے لگے۔

احمر کو اب پشیمانی ہورہی تھی۔ اس نے سوچا اگر میں کچھ دیر وہیں ٹھہر جاتا تو یہ سب نہیں ہوتا۔ اصغر چاچا واپس ہوئے اور باہر لگی بینچ پہ بیٹھ گئے اور بولے۔

''ہوسکتا ہے وہ ادھر سے گزرے۔''

ابھی ان کا جملہ پورا ہی ہوا تھا کہ وہ سڑک پہ دوڑ پڑے اور کسی کو پکارا۔ ایک موٹر سائیکل سوار رک گیا اور دکان پر آیا۔

احمر کے ہاتھ میں اپنا پرس دیکھ کر اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

اصغر چاچا نے اس سے پوچھ تاچھ کی کہ اس پرس میں کیا کیا ہے۔ اہم کاغذات تھے اور روپے بھی۔ انھیں اطمینان ہوگیا کہ یہ بٹوا اسی کا ہے تو اس کے حوالے کیا۔ اس نے پرس سے کچھ نوٹ نکالے اور احمر کی طرف بڑھایا۔ لیکن بھلا وہ یہ کیوں لیتا۔ اس نے بہت ضد کی تو احمر کی امی نے اسے دو چاکلیٹ لینے کی ہامی بھردی۔ اس نے احمر کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور ڈھیر ساری دعائیں دیں۔

احمر اپنی امی کی انگلی تھامے نیکی کے جس راستے پر چلا تھا اس کا انعام دل کا سکون اور ڈھیر ساری دعائیں تھیں۔

■

Mojeer Ahmad Azad
Mohalla: Faizullah Khan, Hamid Colony
Darbhanga-846004 (Bihar)
Mob.: 9430898766
E-mail: mojeerazad@rediffmail.com

نیلوفر سعدیہ

کہانی

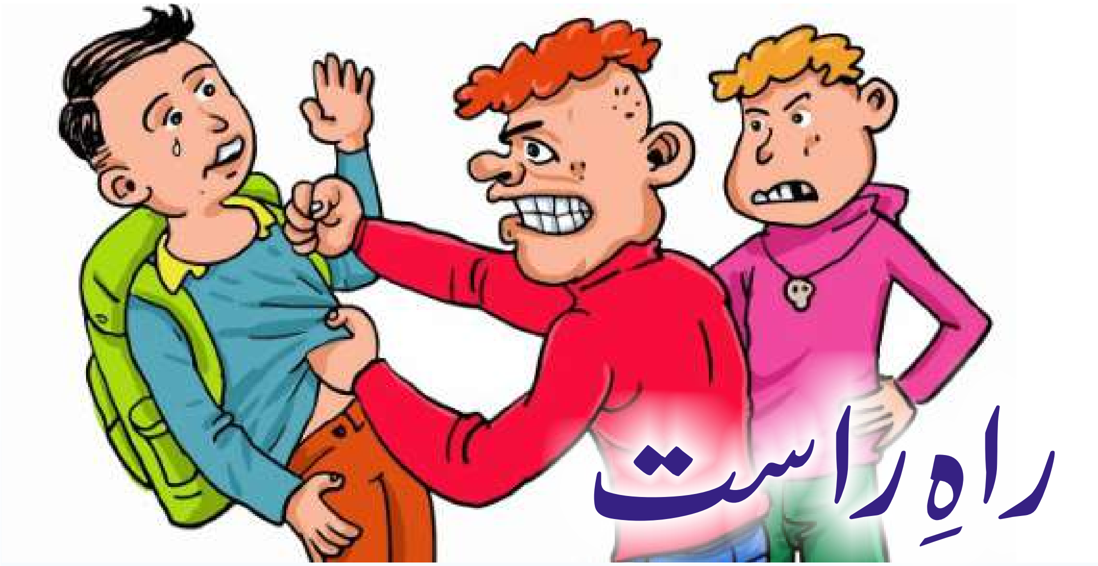

راہِ راست

''**امی... امی** جلدی آیئے... دیکھیے بھیا کو کیا ہوا ہے... دس سالہ رمشہ گھبراتے ہوئے اپنی ماں ماہم کو پکار رہی تھی۔ اس کی گھبرائی ہوئی آواز پر ماہم کچن سے تیزی سے باہر آئی اور صحن میں دیکھا تو اس کا بیٹا راحل اپنا سر پکڑے ہوئے تھا۔ سر سے خون بہہ رہا تھا اور اس کے اسکول یونیفارم میں بھی خون لگا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر ماہم زور سے چلائی۔

''راحل... یہ کیا ہوا میرے بچے کو...'' وہ اپنے دوپٹے سے اس کے سر کے زخم کو صاف کرتے ہوئے رونے لگی۔

''یہ کیسے ہوا راحل... اتنا خون کیسے بہہ رہا ہے۔''

اس نے راحل کو بٹھایا ''کچھ نہیں ہوا امی، روئیے مت...''

''اتنی چوٹ لگی ہے اور تم کہہ رہے ہو کچھ نہیں ہوا ہے۔ چلو تمھیں اسپتال لے چلوں۔ اتنا خون بہہ رہا ہے مرہم پٹی کروانی ہوگی۔''

اسپتال سے مرہم پٹی کروا کر جب وہ گھر آئے تب ماہم نے راحل سے پوچھا:

''اب بتاؤ یہ چوٹ کیسے لگی اور سچ سچ بتانا۔ جھوٹ بولنے کی سوچنا بھی مت راحل۔''

''امی جب میں اسکول سے گھر آرہا تھا تب میں نے رِیاد اور اس کے ساتھ کچھ لڑکوں کو دیکھا۔ وہ اسکول کے بہانے ان لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر سگریٹ پی رہا تھا۔''

ماہم یہ بات سن کر دنگ رہ گئی کہ 15 سالہ لڑکا سگریٹ پی رہا تھا۔

''میں نے اسے روکا اور ساتھ چلنے کو کہا۔ اس سے کہا کہ میں تایا جان کو بتا دوں گا کہ تم اسکول کے بہانے یہاں ان لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر یہ سب کرتے ہو۔ میری بات پر وہ غصہ ہوگیا اور دوستوں کے ساتھ مل کر اس نے میرا ایسا حال کردیا۔''

ماہم راحل کی باتیں سن کر بہت غصہ ہوئی اور کہا۔

''آنے دو تمھارے ابو کو، بہت آگے نکل چکا ہے وہ لڑکا۔ نہ اس کے والدین کو فکر ہے کہ وہ کہاں ہے کیا کر رہا

ہے نہ اس پر دھیان ہے کہ وہ کن لوگوں کے درمیان رہتا ہے۔تمھارے تایا جان اور تائی جان دونوں نے اسے ایسے آزاد چھوڑ دیا ہے جیسے وہ کوئی تیس سال کا انسان ہو اور اسے دنیاداری کی سمجھ ہو۔''

ریاد اور راحل دونوں ہم عمر تھے اور ریاد اُس کا تایازاد بھائی تھا۔ دونوں ایک ہی جماعت میں تھے،مگر ریاد کا ذہن پڑھائی میں کم اور بری سنگت میں زیادہ تھا۔ اس کی امی اور ابو دونوں نوکری کرتے تھے اور کام کی مصروفیت اور اولاد کے متعلق غیر ذمے داری کے سبب ریاد ایک نہایت ہی بگڑا ہوا لڑکا بن چکا تھا۔

رات کے وقت جب راحل کے والد حامد مصطفیٰ گھر آئے اور انھوں نے راحل کو دیکھا تو بے حد پریشان ہوئے اور یہ سب جان کر وہ اور بھی فکر کرنے لگے۔

''ریاد کے تعلق سے بات کرنا اب بے حد اہم ہوگیا ہے۔کل میں شعیب بھائی سے اس بارے میں بات ضرور کروں گا... کہیں بات حد سے آگے نہ بڑھ جائے۔'' حامد نے پریشان ہوکر کہا تو ماہم نے کہا۔

''بات آگے بڑھ چکی ہے۔ وہ لڑکا سگریٹ پینے لگا ہے اور خدا جانے اور کیا کیا کرتا ہوگا۔''

راحل نے ماہم کی بات سن کر کہا ''امی میں نے اسے ایک بار نہیں کئی بار سگریٹ پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ کبھی اسکول نہیں آتا۔کبھی پڑھائی نہیں کرتا۔ پہلے وہ اسکول بھی آتا تھا اور تھوڑا بہت پڑھائی بھی کرتا تھا لیکن پچھلے ایک سال سے وہ اسکول ہی نہیں آتا۔

ماہم اور حامد مصطفیٰ اس تعلق سے بے حد سنجیدہ تھے۔ اگلے روز ماہم اور حامد مصطفیٰ ریاد کے ابو شعیب مصطفیٰ کے گھر پہنچے تاکہ ریاد کے متعلق بات کی جائے مگر افسوس ریاد کے ابو اور امی دونوں گھر پر موجود نہیں تھے۔ حامد نے انھیں فون کیا لیکن مصروفیت کے سبب انھوں نے حامد کا فون نہیں اٹھایا۔ وہ پریشان تھے کہ اب کیا کریں۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ گھر واپس آگئے۔

کچھ دنوں بعد حامد مصطفیٰ اپنے اسکوٹر پر سوار کہیں جارہے تھے۔تب اچانک ان کی نظر ریاد پر پڑی۔ انھوں نے اسکوٹر روکا اور ریاد کو زور سے پکارا۔ ریاد انھیں دیکھ کر چونک گیا وہ اس وقت کچھ لڑکوں کے ساتھ تھا۔

'ریاد... سنائی نہیں دے رہا۔ادھر آؤ...'' حامد کے سختی سے بلانے پر وہ حامد کے پاس آیا ''اس وقت تمھیں اسکول میں ہونا چاہیے تھا،تم یہاں ان بے ہودہ لڑکوں کے درمیان کیا کررہے ہو۔''

''کچھ نہیں،بس بیٹھا ہوا تھا ان کے ساتھ۔'' وہ اتنے آسانی سے بے خوف ہوکر بولا حامد دنگ رہ گئے اور کہا ''کیا تمھیں اس وقت اسکول میں نہیں ہونا چاہیے تھا، ریاد اور یہ کیا کھا رہے ہو تم،اپنا منہ کھولو تمھارا...''

ریاد ہڑبڑا کر بولا ''کچھ نہیں'' حامد بے حد غصے میں تھا مگر اپنا غصہ ضبط کرکے اس نے کہا گھر چلو ریاد مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''

''آپ جائیے میں نہیں آؤں گا، مجھے کام ہے۔'' اور پھر ریاد وہاں سے چلا گیا۔ حامد کے لاکھ پکڑنے پر بھی وہ نہیں آیا۔ حامد نے گھر آکر ماہم کو ساری بات بتائی۔

''میں نے اسے گھر چلنے کو کہا تو اس نے صاف منع کیا۔ وہ اتنا بے خوف کیسے ہوگیا۔ حامد نے پریشان ہوکر کہا تو ماہم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آپ بالکل بھی پریشان نہ ہوں، ہم پھر سے ان کے گھر چلیں گے اور اس بار رات میں جائیں گے تاکہ وہ لوگ ہمیں گھر پر موجود ملیں۔''

ایک روز وہ دونوں رات آٹھ بجے کے وقت شعیب کے گھر گئے۔ گھر پر ریاد کے والدین موجود تھے۔ سلام خیریت دریافت کرنے کے بعد حامد نے ریاد کے متعلق بات شروع کی اور پہلے اسے اسکول نہ جانے کی بات بتائی۔ تو وہ حیران ہوئے ''نہیں حامد وہ تو اسکول روز جاتا ہے'' شعیب نے کہا تو حامد بولے ''نہیں شعیب بھائی، وہ بھی اسکول نہیں جاتا۔ دن بھر ناکارہ لڑکوں کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے۔ میں نے اسے تمباکو کھاتے دیکھا ہے، راحل نے اسے سگریٹ پیتے دیکھا ہے۔ راحل نے اسے روکا تو اس نے ان لڑکوں کے ساتھ مل کر راحل کا سر زخمی کر دیا۔ میں نے ساتھ چلنے کو کہا تو میرے ساتھ ایسے بات کر رہا تھا جیسے میرے اور اس کی عمر میں کوئی فرق نہ ہو۔

شعیب اور اس کی بیوی حیران رہ گئے۔ انھیں یقین ہی نہیں آیا کہ جو حامد نے کہا وہ سچ ہے۔ ماہم نے ریاد کی امی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں گی۔ بچے کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ جب وہ چھوٹا سا تھا تب بھی آپ نے اس پر توجہ نہیں دی اور اپنی نوکری کو ترجیح دی۔ آپ دونوں نے صرف اپنے کام کو آگے رکھا۔ اگر آپ اپنے کام کے ساتھ ساتھ اس پر بھی توجہ دیتے تو وہ اس راہ پر نہیں جاتا۔ والدین کس لیے کمارہے ہیں؟ اولاد کے لیے ہی نا۔ لیکن کیا فائدہ ایسی دولت کا جو اولاد سے دور کر دے اور اسے غلط راہ پر دھکیل دے۔ ابھی وہ جس عمر میں ہے اس عمر میں بچوں کے غلط راہ پر جانے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ ابھی بھی بات اتنی نہیں بگڑی ہے۔ اگر ریاد کو ابھی نہیں روکا تو خدا جانے آگے کیا ہوگا۔ وقت رہتے اسے روکنا ہوگا، سمجھانا ہوگا، آپ دونوں مل کر اسے وقت دیں، اسے صحیح اور غلط میں فرق سمجھائیں، اسے پھر سے اسکول بھیجنے اور وہ اسکول جا بھی رہا ہے یا نہیں نظر رکھیے۔

ریاد کے والدین کو اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا، ریاد کی امی رونے لگی کہ یہ اس نے کیا کر دیا۔ مصروفیت بھری زندگی میں وہ اتنے آگے نکل آئی کہ اس کی اولاد پیچھے اندھیروں میں چھوٹ گئی۔

ریاد کی امی روتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ میں نے کیا کر دیا ماہم... اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کی زندگی برباد کر دی۔ میں کیسی ماں ہوں ماہم''

''اب بھی دیر نہیں ہوئی ہے۔ آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہے۔ بس اسے وقت دیجیے ضرورت پڑنے پر اس پر سختی کرے، اسے اچھی بات بتائیں اور برے کاموں سے دور رہنے کی تلقین کریں۔ مشکلیں تو آئیں گی یہ سب کرنے میں اور وقت بھی لگے گا مگر فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ دونوں کو مل کر ریاد کو صحیح راہ پر واپس لانا ہوگا۔''

ماہم اور حامد کی باتیں ان کی سمجھ میں آ گئیں اور انھوں نے عہد کیا کہ وہ ریاد کو سدھار کر ہی دم لیں گے۔

اس رات وہ بارہ بجے تک ریاد کا انتظار کرتے رہے۔ وہ روزانہ کی طرح رات کو دیر سے گھر آتا مگر اس کا کوئی انتظار نہیں کر رہا ہوتا، البتہ آج جب وہ گھر آیا تو

والدین کو جاگتا ہوا دیکھ کر حیران ہوا۔

''آپ دونوں سوئے نہیں...'' ریاد کے پوچھنے پر اس کی امی مسکرائی اور کہا ''ہم تمھارا ہی انتظار کر رہے تھے بیٹا، تم سے بات کرنی تھی''

''کون سی بات'' ریاد نے بے دلی سے کہا۔

''ہم تمھارے بارے میں سب جانتے ہیں بیٹا''

ریاد کے والدین نے اسے وہ سب بتایا جو انھیں ریاد کے بارے میں پتہ چلا۔ یہ سن کر ریاد دنگ رہ گیا۔ اور غصے میں اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ریاد کو سیدھے راستے پر لانے کے لیے اس کے والدین نے بہت محنت کی۔ انھوں نے ہر وہ چیز کی جو ماہم اور حامد نے ان سے کرنے کے لیے کہی تھی، کافی محنت اور وقت کے بعد آخر کار ریاد اب وہ پہلے والا ریاد نہیں تھا، اب وہ بدل چکا تھا۔ پورے ایک سال بعد ریاد بالکل بدل چکا تھا۔ اب وہ دسویں جماعت میں تھا اور اس کی تمام بری عادتیں جیسے سگریٹ تمبا کو سب چھوٹ چکی تھیں۔ وقت رہتے اس کے والدین نے اسے سنبھال لیا تھا۔

اولاد پر توجہ دینا ماں اور باپ دونوں کی ذمے داری ہے۔ انھیں غلط راہ پر جانے سے صرف والدین ہی روک سکتے ہیں اور والدین کی توجہ وفکر ان کا وقت اولاد کے لیے بے حد اہم ہوتا ہے۔

■

Nilofar Sadiya
Block No 2/11, Classic Genrel Store
Labour Colony,
Nanded Waghala - 431602 (Maharashtra)
irshad3n.n@gmail.com

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا رچاہتی ہوں۔

145 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر.. بتاریخ..

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرتعاون سالانہ -/145 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: CNRB0019009

میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

Email.: magazines@ncpul.in , 011-26108159: فیکس 011-26109746: فون

دستخط

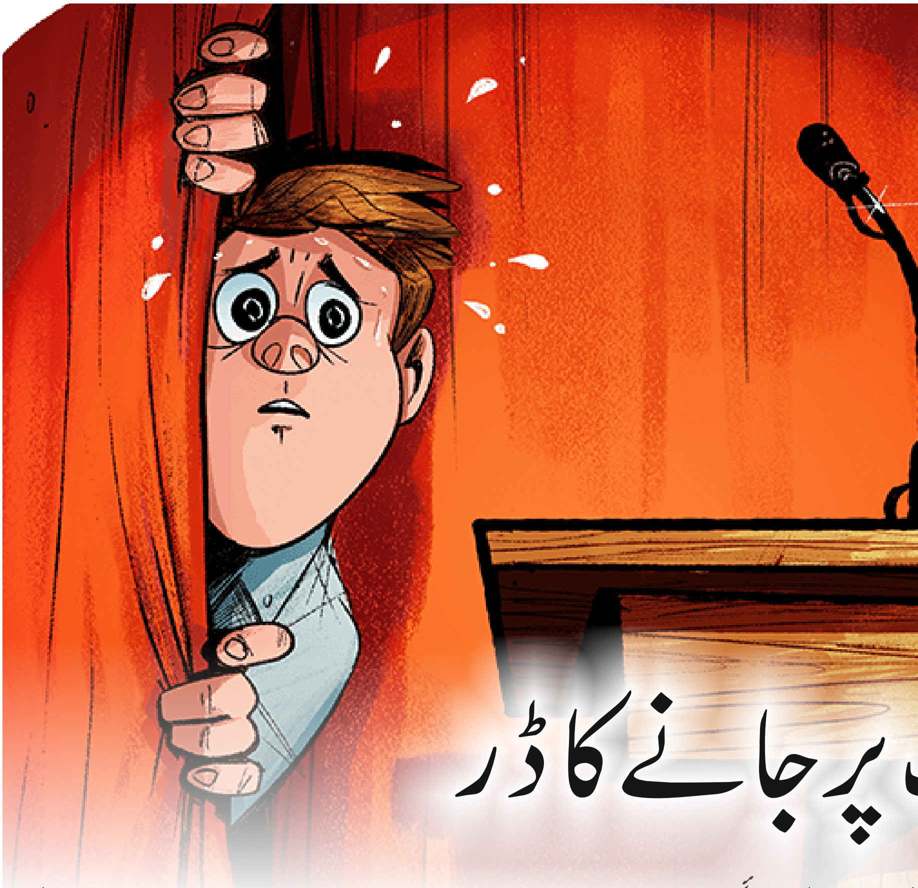

محمد رضوان انصاری

مائک پر جانے کا ڈر

نویں جماعت کے امتحان کے نتائج کا اعلان ہوتے ہی مجھے اول مقام حاصل ہونے کی خبر ملی۔ خوشی سے میرا چہرہ دمک رہا تھا اور گھر میں جشن کا سا ماحول تھا۔ گھر والوں اور رشتے داروں نے خوب مبارکباد دی۔ دل ہی دل میں، میں بھی بے حد خوش تھا۔ قرب و جوار کے لوگوں میں میری عزت بڑھ گئی تھی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجھ میں ایک شان بے نیازی سی جھلکنے لگی۔

کچھ دنوں بعد اسکول میں یوم آزادی کی تقریب کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ ہر طالب علم کو اس کی صلاحیت کے حساب سے ذمے داری دی گئی۔ مجھے یوم آزادی کی اہمیت پر تقریر کرنے کی ذمے داری دی گئی۔ شاید اسکول والے میری ذہانت اور صلاحیت سے اتنے متاثر تھے کہ انھوں نے تقریر جیسا مشکل کام کو میرے حوالے کیا۔ اس واقعے سے مجھے ایک تجربہ ضرور ہوا کہ زیادہ ذہین نظر آنا بھی وبالِ جان ہوتا ہے۔

میں نے دل لگا کر مضمون تیار کیا اور بار بار اس کی مشق بھی کی تاکہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو۔ یہ سب تو ٹھیک تھا، مگر میرے لیے سب سے مشکل مرحلہ یہ تھا کہ کس طرح مائک پر جا کر لوگوں کے سامنے تقریر کروں گا؟ بار بار خیال آتا کہ ’یہ کیسے ہوگا؟ کیا مائک پر بولتے ہوئے میری آواز نہیں کانپے گی؟ اگر کچھ بھول گیا تو؟‘ یہ سب سوچ کر ہی میری روح کانپ جاتی تھی۔

یومِ آزادی کا دن جوں جوں قریب آرہا تھا، میں خوف کے دائرے میں سمٹتا جا رہا تھا۔ مائک پر جانے کا ڈر اس قدر شدید ہو گیا کہ راتوں کو عجیب عجیب خواب آنے لگے۔ گزشتہ سال جن بچوں نے تقریر کی تھی، ان کا حال یاد کر کے میرا دل مزید خوف زدہ ہو جاتا۔ اسی فکر میں جاگتے سوتے ہر وقت بس یہی خیال رہتا کہ اس دن کیا ہوگا؟

اس خوف سے نکلنے کے لیے میں نے کئی مقررین سے رابطہ کیا جو اس فن میں ماہر تھے۔ انھوں نے اپنے عجیب وغریب تجربات سے میری حوصلہ افزائی کی۔
میرے محلے کے ایک چچا جان، جو سیاسی جماعتوں کے کارکن تھے، انھوں نے مجھے سمجھایا، ''ارے بیٹا، تم تو ملک کے نوجوان ہو، آگے چل کر تمھیں ہی ملک کو سنبھالنا ہے۔ اگر تم اتنی سی بات سے ڈرو گے تو ملک کا کیا ہوگا؟ تقریر کرنا کوئی بڑی بات نہیں، یوں سمجھو کہ سامنے بیٹھے سبھی لوگ پرلے درجے کے احمق اور بے وقوف ہیں۔ جب تم یہ مان لو گے تو مائک پر تقریر کرنا آسان ہو جائے گا۔''

ان کی باتوں سے کچھ دیر کے لیے میں متاثر ہوا اور گھر جا کر سامعین کو ناسمجھ تصور کر کے دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن فوراً خیال آیا کہ میرے سامعین میں میرے اساتذہ اور دوست بھی ہوں گے۔ بھلا میں ان کو بیوقوف کیسے سمجھ سکتا ہوں؟ اور ایک پل کے لیے مان بھی لیا جائے تو میں کتنا بڑا گنوار ثابت ہوں گا کہ میں احمقوں کو خطاب کر رہا ہوں۔ اپنے نفس کی تذلیل کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ ترکیب ترک کر دی۔

اِسی سوچ میں تھا کہ ایک شخص کا چہرہ ذہن میں آیا، جو بلڈنگ کی سوسائٹی میں اپنی سحر بیانی سے لوگوں کو محظوظ کرتے تھے۔ میں نے ان سے بھی بات کی اور اپنے مسائل کا ذکر کیا۔ انھوں نے قہقہہ لگا کر کہا، ''بس اتنی سی بات...؟ پھر انھوں نے اپنے تجربوں کی روشنی میں بتانا شروع کیا کہ تمھیں تقریر لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے پہلے آئینے کے سامنے خود کو سنانی چاہیے اس سے تمھاری خود اعتمادی میں اضافہ ہوگا۔ ان کے ہاؤ بھاؤ نے تو مجھے بالکل اسٹیج پر لا کر کھڑا کر دیا اور خود کو ایک مقرر کی حیثیت سے رو برو پایا۔ آخر کار میں نے آئینے کے سامنے سامعین کو تصور کرتے ہوئے تقریر کا کچھ حصہ پیش کیا، لیکن جلد ہی ایسا محسوس ہوا کہ میں کتنا واہیات عمل کر رہا ہوں اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ مجھے خود کلامی کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ چنانچہ یہ حربہ بھی ناکام رہا۔

الغرض، میں نے ہر وہ کوشش جاری رکھی جس سے میرا ڈر ختم ہو سکے، مگر کوئی ترکیب کارگر ثابت نہ ہوئی۔

آخر کار یومِ آزادی کے تقریب کا دن آ پہنچا۔ ہال میں قدم رکھتے ہی خوف نے پھر سے میری سانسیں بوجھل کر دیں۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، اور نام پکارا گیا تو میرے ہاتھ پیر سن ہو گئے۔ خود کو ثابت قدم رکھتے ہوئے مائک کے پاس پہنچا اور کانپتی ہوئی آواز میں بس اتنا ہی کہہ پایا، ''معزز مہمانانِ گرامی اور پیارے دوستو، السلام علیکم...''

اس کے بعد میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا...

■

Dr. Mohammad Rizwan Ansari
Asst. Professor (Dept. of Urdu)
University of Calicut - 673635 (Kerala)
Mob:8808157195
ansarizwan092@gmail.com

فرحانہ نازنین

بزرگوں کا تجربہ

پہاڑیوں اور سرسبز جنگلوں کے درمیان واقع ایک چھوٹے سے گاؤں میں تین مشہور ومعتبر بوڑھی عورتیں رہتی تھیں۔ ان کے نام نرگس، روبیہ اور ماریہ تھے۔ وہ ساری زندگی اس پہاڑی پہ بسے گاؤں میں ہی رہ رہی تھیں۔ ہر ایک نے اپنی زندگی کے لمحات کو بھرپور جیا تھا، چاہے وہ خوشی کے لمحات ہوں، یا غم کے، یا کہ مشکلات... انھوں نے ہر پل کو پوری ایمانداری، محبت اور صبر سے بسر کیا تھا... اس لیے ان کی زندگی کی کہانی دلچسپ ہونے کے ساتھ ہی حکمتوں سے لبریز تھی۔

نرگس سب سے بڑی بہن تھی اور وہ باغبانی کرتی تھی۔ وہ ایک ماہر مالی اور کسان تھی۔ اس کا باغ بہت خوبصورت اور جنت نظیر تھا، خوبصورت پھولوں، خوشبودار جڑی بوٹیوں اور رسیلی سبزیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اپنا سارا دن اپنے پودوں کی دیکھ بھال میں گزارتی، اس نے گاؤں والوں کو بھی باغبانی کرنے کی ترغیب دی۔ گاؤں والوں میں بیج بانٹے اور نوجوانوں کو باغبانی کی تربیت دی۔

روبینہ، دوسری بہن، ایک ہنرمند بُنکر تھی، اس نے اپنے دن اپنے کرگھے پر گزارے، اور خوبصورت ٹیپسٹری بنا کر گاؤں کی تاریخ کی کہانیوں کو بڑی مہارت سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں لکھا اور گاؤں والوں کو سنائیں۔ اس کی انگلیاں بڑی تدبیر سے حرکت کرتی تھیں، وہ کپاس کے دھاگوں کے ساتھ سونے، چاندی اور سرخ رنگ کے دھاگوں کو ملا کر کپڑوں پر دلچسپ، خوبصورت، نایاب نمونے اور ڈیزائن بناتی تھی۔

ماریہ، تیسری اور سب سے چھوٹی بہن تھی۔ یہ گاؤں کی معالج اور حکیم تھی، جنگل کے راز جانتی تھی۔ اس نے بیماریوں کے علاج کے لیے جڑی بوٹیاں اور پودے اکٹھے کیے۔ اس کا علم لامحدود تھا، کیونکہ وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ نیا

سیکھنے کی دھن میں مگن رہا کرتی تھی، اور اس نے اپنے علم کو لوگوں کے ساتھ آزادانہ طور پر شیئر بھی کیا۔

ایک دن صوفیہ نامی ایک نوجوان لڑکی گاؤں میں آئی۔ وہ گاؤں میں نئی تھی اور وہ خود کو گاؤں میں اکیلی اور تنہا محسوس کر رہی تھی، وہ اپنی جگہ بنانے کے لیے جدوجہد کر رہی تھی۔ نرگس، روبیہ اور ماریہ نے صوفیہ کو اپنے ساتھ شامل کر لیا، اور تینوں نے صوفیہ کو اپنا سارا ہنر سکھانا شروع کیا۔ اپنی حکمت اور تجربے کو صوفیہ کے ساتھ شیئر کیا۔

نرگس نے صوفیہ کو باغبانی کا فن سکھایا، اور اسے دکھایا کہ زمین سے زندگی کیسے نکالی جائے۔ روبیہ نے گاؤں کی بھرپور تاریخ کو ظاہر کرتے ہوئے اپنی ٹپسٹر یز کے پیچھے کی کہانیاں شیئر کیں۔ ماریہ نے صوفیہ کو پودوں کی شفا بخش خصوصیات سے متعارف کرایا، اور انھوں نے مل کر پورے چاندنی راتوں میں جڑی بوٹیاں اکٹھی کیں۔

جب صوفیہ نے تین بوڑھی عورتوں کے ساتھ وقت گزارا، تو اسے احساس ہوا۔ کہ بڑھتی عمر کے باوجود، ان کے اندر جوش اور زندگی سے بھرپور ولولہ ہے۔ وہ ہر پل خود کو متحرک رکھتی ہیں۔ ان کی آنکھیں تجسس سے چمک رہی ہوتی ہیں، اور ان کی ہنسی کھنکتی ہوئی خوبصورت ہوتی ہے۔

ایک شام، صوفیہ نے پوچھا، ''آپ اپنی قوت اور حکمت کو کیسے برقرار رکھتی ہیں؟''

نرگس نے مسکرا کر کہا، ''ہم نے ہر لمحے کی قدر کرنا، روزمرہ میں خوبصورتی تلاش کرنا سیکھ لیا ہے۔''

روبیہ نے مزید کہا، ''اور ہم نے دریافت کیا ہے کہ اپنے علم اور تجربے کو لوگوں کے ساتھ شیئر کرنا، ہمارے ذہنوں کو تیز بناتا ہے اور ہمارے دلوں کو مطمئن رکھتا ہے۔''

ماریہ نے سر ہلایا، ''ہم نے محسوس کیا ہے کہ عمر کی کوئی حد نہیں ہے، بلکہ آزادی ہے۔ ہم نے جیا، پیار کیا اور سیکھا ہے۔ اب، ہمیں اس حکمت کو دوسروں کے ساتھ بانٹنا ہے۔''

صوفیہ نے محسوس کیا کہ یہ تینوں بوڑھی عورتیں صرف گاؤں کی بزرگ نہیں تھیں۔ وہ روایت، حکمت اور بردباری کی محافظ تھیں۔ جیسے جیسے وہ ان کے قریب ہوتی گئی، اس نے ان کی آنکھوں سے دنیا کو دیکھنا شروع کیا۔ ایک ایسی دنیا جو خوبصورت، حیرت انگیز اور عجائبات سے بھری ہوئی تھی۔

سال گزر گئے، صوفیہ گاؤں کا ایک لازمی حصہ بن گئی۔ اس نے نرگس، روبیہ اور ماریہ کی روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنی حکمتیں آئندہ نسلوں کے ساتھ بانٹیں۔ تینوں بوڑھی خواتین اس کی سب سے قریبی دوست اور سرپرست رہیں، ان کا رشتہ ہر گزرتے دن کے ساتھ مضبوط ہوتا رہا۔

گاؤں میں، یہ کہا جاتا ہے کہ بزرگوں کا تجربہ اور ان کا علم ایک خزانہ ہوتا ہے اور آنے والی نسلیں ان کی محافظ ہوتی ہیں۔ تو ہمیں ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے کہ ان کی میراث زندہ رہے، اور آئندہ آنے والی نسلوں کو ملتی رہے۔

■

Farhana Nazneen
18/6, C Block, Firdaus Manzil, 2nd Floor
Okhla Vihar, Jamia Nagar
New Delhi- 110025
Mob.: 9470705183
mefarhanaimrat@gmail.com

کہانی

محمد مصطفیٰ

شکایت

اسکول سے آتے ہی شعیب اپنا بستہ رکھ کر ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔ شعیب کی امّی نے کہا۔کیا ہوا بیٹا؟ بھوک نہیں لگی کھانا نہیں کھانا؟ شعیب نے پوچھا کہ کیا بنا ہے کھانے میں۔ امّی نے کہا دال بنائی ہے بیٹا۔ شعیب نے کہا مجھے نہیں کھانا، یہ کہہ کر کھیلنے چلا گیا۔ شام کو شعیب کے ابّو دفتر سے آئے۔ شعیب کی امّی سے پوچھا شعیب کہاں ہے۔ شعیب کی امّی نے کہا باہر کھیل رہا ہوگا۔ کھانا بھی نہیں کھایا اور جب سے اسکول سے آیا ہے ناراض لگ رہا ہے کسی بات سے۔ شعیب کے ابو نے کہا اچھا تم کھانا لگاؤ۔ میں شعیب کو ڈھونڈ کر لاتا ہوں۔ شعیب کے ابّو باہر نکلے ہی تھے کہ شعیب سامنے کھیل رہا تھا۔ شعیب کے ابو نے آواز لگائی۔ بیٹا شعیب۔ شعیب نے کہا جی ابّو آرہا ہوں۔ شعیب گھر آتا ہے اور اس کے ابو کہتے ہیں چلو بیٹا کھانا کھاتے ہیں، میں نے سنا ہے تم نے کھانا نہیں کھایا۔ شعیب نے کہا جی ابو دال کھانے کا من نہیں کر رہا۔ شعیب کے ابو نے کہا تمھاری امّی نے بتایا کہ تم ناراض ہو۔ کیا ہوا ہے؟ شعیب نے کہا: ابّو مجھے سائیکل چاہیے نئے جوتے چاہیے، میرے سارے دوست سائیکل پر آتے ہیں۔ شعیب کے ابو نے کہا بیٹا اسکول تو قریب میں ہی ہے۔ پھر بھی ابھی کھانا کھا لو اس مہینے تنخواہ آتے ہی تمھیں سائیکل خرید کر دے دوں گا۔ شعیب نے کہا ابّو میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں۔ شعیب کے ابّو نے کہا ہاں بیٹا پوچھو۔

شعیب نے کہا ابو ہم غریب کیوں ہیں؟ میرے

بہت سے دوست بڑے گھر میں رہتے ہیں۔ مہنگے کپڑے پہنتے ہیں۔ میرے دوستوں کے ابّو کے پاس گاڑیاں ہیں اور آپ ابھی تک موٹر سائیکل چلاتے ہیں۔ شعیب کے ابّو نے کہا بیٹا تمھیں بھی زندگی سے شکایت ہونے لگی ہے۔ مطلب کہ تم بڑے ہوگئے ہو۔

بیٹا کل اتوار ہے نا اسکول کی تعطیل ہے۔ کل مجھے بھی دفتر نہیں جانا۔ کل میرے ساتھ چلنا تمھیں کچھ بتانا ہے، کچھ سکھانا ہے، جاؤ ابھی سو جاؤ۔

صبح کھانا کھانے کے بعد شعیب اور اس کے ابّو نکل گئے۔ شعیب کے ابّو گلی سے باہر نکلے تو سامنے ایک نوجوان غبارہ بیچنے والا نظر آیا۔ شعیب کے ابو اس غبارے والے کے پاس گئے اور پوچھا۔ بیٹا تم غبارہ کیوں بیچتے ہو۔ غبارہ بیچنے والے نے کہا میں اکیلا کمانے والا ہوں گھر میں، میرے ابو اب اِس دنیا میں نہیں رہے، ماں ہے اور دو بہنیں ہیں۔ بہنوں کی شادی کرنی ہے۔ ماں اکثر بیمار رہتی ہے۔ میں زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ کوئی ہنر بھی نہیں ہے۔ اس لیے غبارہ بیچتا ہوں۔ یہ سن کر شعیب کے ابو نے شعیب کی طرف دیکھ کر کہا۔ بیٹا تمھیں شکایت ہے کہ تمھارے ابو غریب ہیں۔ دیکھو اِس کے ابّو ہی اِس دنیا میں نہیں ہیں۔

چلو کچھ اور بتانا ہے تمھیں۔ یہ کہتے ہوئے شعیب کے ابّو اسے ایک ہسپتال لے گئے۔ وہاں مریضوں کے کمرے میں جاکر کھڑے ہوگئے اور ایک مریض کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگے۔ دیکھو بیٹا اس مریض کو۔ شاید کسی حادثے میں اس کے پیر کٹ گئے۔ تمھیں شکایت ہے کہ تمھارے پاس سائیکل نہیں ہے۔ دیکھو اس بیچارے کے پاس پیر ہی نہیں ہے اور پھر کہنے لگے چلو اور بھی کہیں جانا ہے ہمیں۔

شعیب نے کہا ابّو اور کہاں جانا ہے۔ شعیب کے ابّو نے کہا بس آخری جگہ۔ شعیب نے کہا ٹھیک ہے چلیں۔ شعیب کے ابّو پھر شعیب کو قبرستان لے گئے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا ایک کم عمر کا لڑکا کسی قبر کے پاس کھڑا ہوکر رو رہا تھا۔ شعیب کے ابو اس کے پاس گئے اور اس لڑکے سے پوچھا۔ بیٹا یہ کس کی قبر ہے۔ وہ لڑکا کہنے لگا۔ یہ میری امّی کی قبر ابھی کچھ دن پہلے ہی انتقال ہوا ہے۔ یہ سن کر شعیب کے ابو نے شعیب کی طرف دیکھ کر کہا۔ دیکھو بیٹا تم اپنی امی کی بات نہیں سنتے، دیکھو اس لڑکے کی امّی ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ چلو اب گھر چلیں۔

گھر پہنچ کر شعیب کے ابو نے اس سے پوچھا بیٹا آج ہم جن لوگوں سے ملے ہیں بتاؤ تمھاری زندگی ان لوگوں سے اچھی ہے یا نہیں۔ شعیب نے کہا، بالکل ابّو میں ان لوگوں سے بہتر ہوں۔ شعیب کے ابّو نے کہا لیکن بیٹا کل تو تم شکایت کر رہے تھے۔ شعیب نے نظریں نیچے کر لیں۔ شعیب کے ابّو نے کہا۔ بیٹا ہمیشہ ان لوگوں کو مت دیکھو جو ہم سے بہتر ہیں، بلکہ ان لوگوں کو بھی دیکھا کرو جو ہم سے کمتر ہیں۔

■

Mohd Mustafa
Gali No:3, Ghar No 417
Qila, Malegaon
Distt.: Nashik- 423203 (Maharashtra)
mmd248023@gmail.com

قسط 1

چار درویشوں کا قصہ

مرتب

نورالحسن نقوی

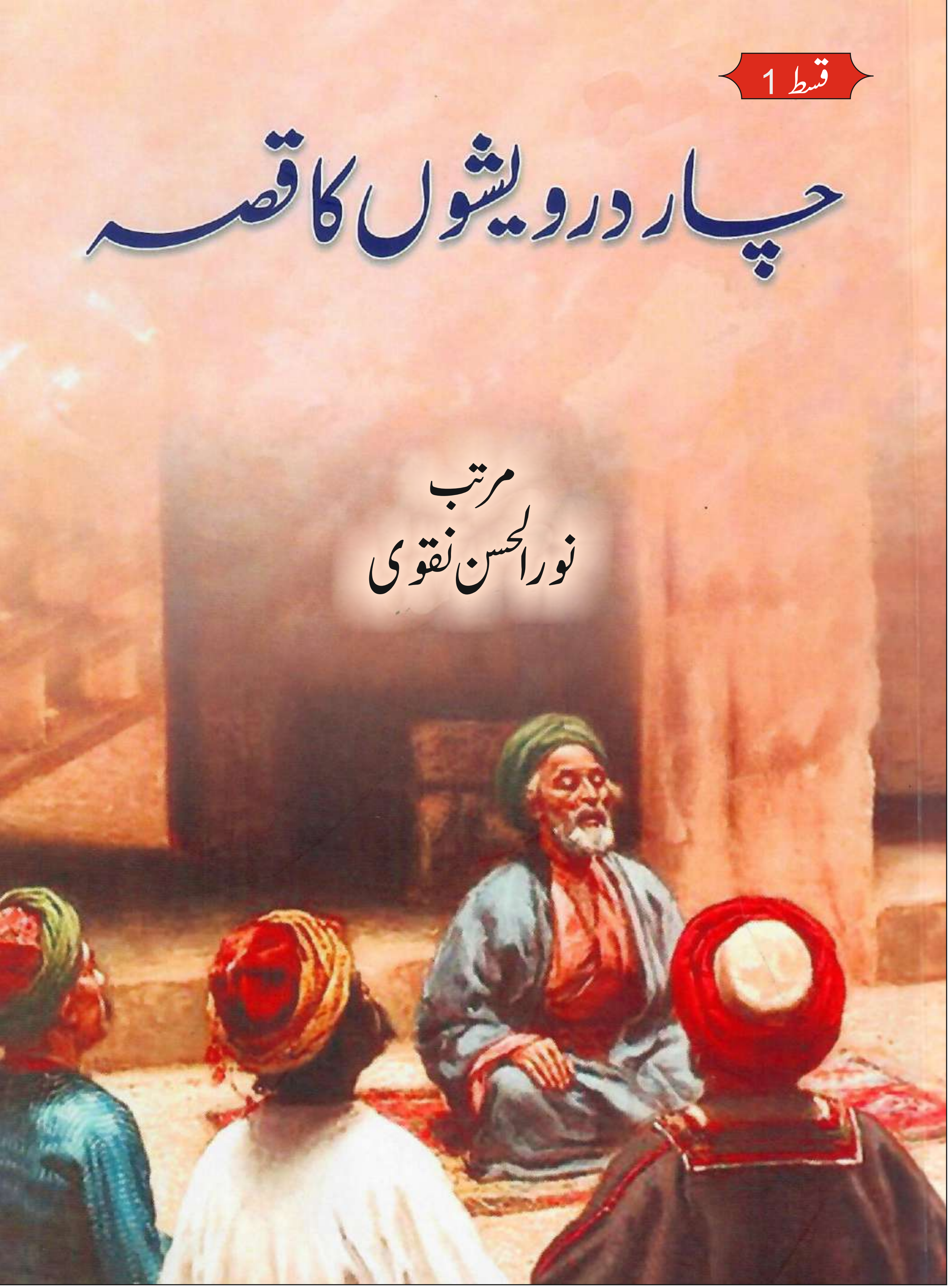

قسط وار ناول:

پیارے بچو! ہرعمر کے لوگوں کو قصے اورکہانی سننے کا شوق ہوتاہے، خاص طور پر بچپن میں کہانیوں سے دلچسپی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے بچے دادی، نانی اور امی وغیرہ سے کہانیاں سننے کی فرمائش کرتے ہیں۔ بچے ٹیلی ویژن اورموبائل وغیرہ پر بھی کارٹون اورکہانیاں شوق سے دیکھتے ہیں۔

’چاردرویشوں کا قصہ‘ ایک بے حد عمدہ اور دلچسپ کتاب ہے جسے نورالحسن نقوی نے مرتب کیاہے۔ یہ کتاب چھ حصوں پرمشتمل ہے۔ تمام حصے آپس میں مربوط ہیں اور ہر درویش کی اپنی الگ کہانی اورکیفیت ہے۔ پہلے درویش کا تعلق یمن سے ہے اور وہ ایک سوداگر کا بیٹا ہے۔ دوسرے درویش کا وطن فارس ہے اوریہ ایک بادشاہ کا بیٹا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ آزاد بخت کا طویل قصہ ہے، پھر تیسرا درویش اپنا قصہ سناتا ہے جو کہ ملک عجم کے باشاہ کا بیٹا ہے اور آخر میں چوتھا درویش اپنی درد بھری کہانی سناتا ہے جو کہ چین کے بادشاہ کا بیٹا ہے، سارے درویش کا تعلق مال دار گھرانے سے ہے، ان کی یہ حالت کیسے ہوئی اورکس طرح یہ لوگ اس حالت میں پہنچے یہ پڑھنے سے تعلق رکھتاہے۔ اس کہانی کو آپ پڑھیں گے تو یقیناً آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگااوریہ بھی جان پائیں گے کہ کہانی بیان کرنے اور لکھنے کا کیاطریقہ اورسلیقہ ہوتاہے۔آپ کی دلچسپی اور پسند کے پیش نظر ہی ’چاردرویشوں کا قصہ‘ کے عنوان سے یہ سلسلہ شروع کیا جارہا ہے امید ہے کہ اسے آپ پسندکریں گے۔ (ادارہ)

آغازِ قصہ

کہتے ہیں کسی زمانے میں ملک روم میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کا نام آزاد بخت تھا۔ اس کی حکومت میں ساری رعایا خوش حال تھی۔ خزانہ بھرا ہوا تھا، سپاہی وقت پر تنخواہ پاتے تھے، غریب غربا چین کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر گھر خوشیوں سے آباد تھا، ہر دن عید اور ہر رات شب برات تھی۔ چور چکار، جیب کترے، اٹھائی گیرے کسی کا نام ونشان تک نہ تھا، ہر طرف امن و اماں تھا۔ ساری ساری رات گھروں کے دروازے کھلے رہتے تھے۔ دکانیں بند نہ ہوتی تھیں مگر کہیں سے تنکا جو غائب ہو جائے، مسافر سنسان جنگل میں سونا اچھالتے چلے جاتے تھے اور بال بیکا نہ ہوتا تھا اور خدا کا شکر ادا کرتا تھا اور خدا کا شکر کیوں نہ ادا کرتا، اللہ کے کرم سے اس کی سلطنت دور دور تک پھیلی تھی، دنیا کا ہر عیش، آرام موجود تھا۔ اللہ نے سب کچھ دیا تھا مگر یہ بھرا پرا گھر بے چراغ تھا یعنی اس کے کوئی

بیٹا نہ تھا۔ اس لیے اکثر اداس رہتا تھا اور پانچوں وقت نماز کے بعد دعا کرتا تھا کہ ''اے کریم! کرم کر اور اس اندھیرے گھر کو روشن کردے، بس یہ ارمان ہے کہ میرے بعد کوئی نام لیوا تو ہو۔ اے خدا تیرے خزانے بے حساب ہیں، مجھے اپنے خزانے سے مالا مال کردے۔ تو مجھے ایک جیتا جاگتا بیٹا دے دے تو میرا نام اور اس سلطنت کا نشان قائم رہے۔''

اللہ کے کرم سے آس تھی کہ جس نے اور سب کچھ دیا ہے بیٹا بھی دے گا۔ اسی میں چالیس سال کی عمر ہوگئی۔ ایک دن اتفاق سے آئینے پر نظر پڑ گئی، مونچھوں میں ایک سفید بال چاندی کے تار کی طرح چمکتا ہوا دکھائی دیا، دل ڈوبنے لگا، آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ٹھنڈی سانس بھر کر سوچنے لگا، بڑھاپا دروازے پر دستک دے رہا ہے، وہ دن جو سب کو پیش آنا ہے اب قریب ہی ہے، دنیا کے لالچ میں کیا کیا خاک چھانی، ملکوں کو تباہ کر کے اپنی حکومت کو چاروں طرف پھیلایا، اب یہ ملک کس کام آئے گا، اس دولت کو اب کوئی اور ہی اڑائے گا۔ اگر کوئی دن جیا بھی تو جسم کی طاقت روز بروز گھٹتی ہی جائے گی، اب تو یہ امید بھی نہیں کہ اس تخت و تاج کا کوئی وارث پیدا ہو۔ آخر ایک روز مرنا ہے اور یہ سب کچھ یہیں چھوڑ جانا ہے، بہتر یہی ہے کہ ابھی سے سب کچھ تج دوں اور زندگی کے باقی دن اللہ کی یاد اور اس کی عبادت میں گزار دوں۔

دل میں یہ بات طے کر کے سب درباریوں سے کہلوا دیا آج سے کوئی میرے پاس نہ آئے۔ ہاں سب دربار عام میں جمع ہو جایا کریں اور مستعدی سے اپنے اپنے کام میں مشغول رہیں۔ یہ کہہ کر ایک اکیلے مکان میں جا بیٹھا اور اللہ کی عبادت میں گم ہو گیا۔ ہر وقت اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا، آہیں بھرتا اور اللہ سے معافی مانگتا۔ رفتہ رفتہ سارے ملک میں یہ خبر پھیل گئی کہ بادشاہ نے تخت تاج چھوڑ دیا ہے، اب انھیں اللہ اللہ کرنے کے سوا کوئی کام نہیں۔ یہ سننا تھا کہ دشمنوں نے سر اٹھایا، ملک کے جس حصے پر جس نے چاہا قبضہ جمایا، چاروں طرف ابتری پھیل گئی۔ آخرکار سارے درباری اور عہدے دار جمع ہو کر صلاح مشورہ کرنے لگے۔

بہت سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ وزیر تجربہ کار اور عقل مند ہے۔ نام بھی اس کا خردمند ہے اس کے پاس چلنا چاہیے، شاید وہ کوئی تدبیر کرے سب مل کر اس کے پاس پہنچے اور سارا حال کہہ سنایا۔ وزیر بادشاہ کا پرانا خادم تھا، نمک حلال بھی تھا اور ہوشیار بھی۔ بولا کہ بادشاہ نے ملنے کو منع کیا ہے مگر چلو میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔ ضروری ہے کہ سارا ماجرا انھیں سنایا جائے۔'' یہ کہہ کر سب کو اپنے ساتھ دیوان عام تک لایا اور ان کو وہیں چھوڑ کر خود دیوان خاص تک پہنچا۔ بادشاہ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ غلام قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا ہے۔

بادشاہ تک پیغام پہنچا تو سوچ میں پڑ گیا مگر خیال آیا کہ پرانا خادم اور وفادار ہے، ساتھ ہی بہت ہوشیار ہے۔ ممکن ہے کوئی ضروری کام ہو، لاؤ مل لو۔ وزیر اندر پہنچا تو دیکھا عجب حال ہے کئی روز کے رونے سے اور دن رات کی عبادت سے دبلا ہو گیا ہے، ہر وقت کے رونے سے آنکھوں کی رونق جاتی رہی ہے، چہرہ پیلا پڑ گیا ہے۔ وزیر دوڑ کر قدموں میں جا گرا۔ بادشاہ نے محبت سے سر اٹھایا اور کہا ''تم مجھے دیکھنے کے لیے بے چین تھے، سو دیکھ لیا۔ اب جاؤ، مجھے اللہ اللہ میں وقت گزارنے دو۔ تم حکومت کا

کاروبار سنبھالو۔'' یہ سنتا تھا کہ وزیر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ آخر ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ ''سرکار! جب سے آپ نے حکومت کے کاموں سے ہاتھ اٹھایا ہے، ملک میں تہلکہ مچ گیا ہے۔ ہر طرف ابتری پھیلی ہے۔ آپ کے غلاموں کو یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ آخر آپ نے ایسا کیوں کیا؟''

بادشاہ نے کہا ''اے خردمند! سن، میں اب تک حکومت کے کام کاج اور حکومت کو پھیلانے میں لگا رہا۔ ساری عمر اسی دردسر میں کٹ گئی۔ اسی میں بوڑھا ہوگیا۔ بال سفید ہوگئے۔ اب موت کے دن نزدیک ہیں۔ آج تک اللہ نے ایک بیٹا نہ دیا اس سے میرا جی چھوٹ گیا۔ اس لیے دنیا سے منھ موڑا۔ سوچا ہے اب کسی کو منھ نہ دکھاؤں گا اور دنیا کے بکھیڑوں میں نہ پڑوں گا۔ زندگی تو نہ سنور سکی۔ کم سے کم مرنے کے بعد تو چین ملے۔ یہ کہہ کر ایک آہ بھری اور چپ ہورہا۔

یہ سن کر خردمند بولا ''اللہ کے کرم سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ جس نے اتنی مخلوق کو پیدا کیا اس کے لیے تمھیں ایک بیٹا دینا کیا مشکل ہے؟ میں آپ کے والد کے زمانے سے وزیر ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس حکومت کو مضبوط کرنے میں آپ کے بزرگوں نے کتنی محنت کی ہے۔ اس وقت ذرا سی نادانی سے ساری حکموت ملیامیٹ ہوجائے گی۔ سارا ملک تباہ ہوجائے گا۔ قیامت کے دن خدا پوچھے گا کہ بادشاہ بنا کر ساری رعایا کے جان و مال کی حفاظت تجھے سونپی تھی۔ تو نے ہماری رحمت سے مایوس ہوکر اس فرض کو بھی بھلا دیا۔''

''اس وقت ساری زندگی کی عبادت بھی کام نہ آئے گی۔ غلام کی بے ادبی معاف ہو گھر سے نکل جانا اور جنگل جنگل پھرنا جوگیوں اور فقیروں کا کام ہے۔ بادشاہوں کا نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے کام میں لگیں۔ ساتھ ساتھ ہر وقت اللہ سے لو لگائیں۔ دن کو رعایا کے لیے انصاف کریں، رات کو عبادت کریں۔ اس کے علاوہ محتاجوں کی مدد کریں، یتیموں اور بیواؤں کو سہارا دیں۔ سب کے دل سے دعا نکلے گی اور اللہ نے چاہا تو آپ کی مراد پوری ہوگی۔''

وزیر کی ان باتوں سے ڈھارس بندھی تو بادشاہ نے فرمایا ''تو جو کہتا ہے بھلا یہ بھی کر دیکھیں، آگے جو اللہ کی مرضی ہے سو ہوگا۔'' پھر پوچھا ''یہ تو بتا امیروں اور درباریوں کا کیا حال ہے؟ وہ بولا ''سب آپ کے جان و مال کو دعا دیتے ہیں۔ آپ کی وجہ سے سب پریشان ہیں۔ دربار عام میں جمع ہیں۔ ذرا صورت دیکھ لیں تو تسلی ہو۔'' بادشاہ نے وعدہ کیا کہ ''ہم کل دربار کریں گے۔ سب سے کہو حاضر رہیں۔''

اگلے دن بادشاہ نے دربار کیا۔ خوب نوبت نقارے بجاؤ۔ سب درباریوں نے نذر دیا ور مبارکباد پیش کی۔ ملک کے ہر آدمی کو سچی خوشی نصیب ہوئی۔ دوپہر کو دربار سے اٹھ کر بادشاہ نے آرام کیا۔ پھر کتاب پڑھی۔ وظیفہ پڑھا اور اللہ سے اپنے کام کے لیے دعا مانگی۔

ایک دن اس کتاب میں لکھا دیکھا کہ ''کوئی فکر ہو اور اس کے لیے آدمی کچھ کر نہ پائے تو اس کام کو اللہ کے حوالے کردے۔ اپنے سکون کے لیے قبرستان میں جائے اور دیکھے کہ کیسے کیسے شان و شوکت والے اس دنیا میں آئے۔ آخر خاک میں مل گئے۔'' یہ بات بادشاہ کے جی کو لگی مگر سوچا کہ بھیڑ بھاڑ میں بادشاہوں کی طرح جانا

مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ رات بھیس بدل کر قبرستان میں یا کسی پہنچے ہوئے فقیر کے تکیے میں جایا کروں۔

چنانچہ رات کو موٹے جھوٹے کپڑے پہن کر قلعے سے نکلے اور قبرستان میں پہنچ گئے۔ اس وقت زور کی ہوا چل رہی تھی۔ اچانک بادشاہ کو دور سے ایک شعلہ سا نظر آیا جو صبح کے ستارے کی طرح چمک رہا تھا۔ سمجھ گئے کہ آندھی میں یہ چراغ حکمت سے خالی نہیں۔ ہو نہ ہو یہ کسی ولی کا چراغ ہے۔ اس کے پاس چلنا چاہیے۔ شاید اس روشنی کی نور سے میرے گھر کا چراغ بھی روشن ہو جائے اور دل کی مراد ملے۔ جب نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ چار فقیر گلے میں لمبی لمبی کرتیاں ڈالے گھٹنوں میں سر دھرے خاموش بیٹھے ہیں جیسے کوئی مسافر اپنے وطن سے بچھڑ کر اور بے سہارا ہو کر اداس بیٹھا ہو۔ پاس ہی پتھر پر ایک دیا دھرا ٹمٹما رہا ہے مگر حیرت ہے کہ ہوا سے گل نہیں ہوتا۔

اب تو بادشاہ آزاد بخت کو یقین ہو گیا کہ تیری مراد کا سوکھا درخت انہی کی برکت سے ہرا ہو کر پھلے گا۔ ارادہ کیا کہ قدم آگے دھرے مگر عقل نے سمجھایا کہ اے بیوقوف جلدی نہ کر۔ ذرا دیکھ لے۔ کیا خبر یہ دیو ہوں یا جن ہوں یا بھوت ہوں اور آدمی کی شکل بنا کر یہاں مل بیٹھے ہوں۔ یہیں کونے میں چھپ کر بیٹھ جا اور دیکھ کر کہ کیا بھید ہے۔

اتنے میں ایک فقیر کو چھینک آئی تو سب چونک پڑے۔ چراغ کی لو کو ذرا اوپر کیا، الاؤ تو جل ہی رہا تھا۔ حقے بھرے اور اپنے اپنے بستروں میں بیٹھے گڑگڑانے لگے۔ ان میں سے ایک بولا دوستو! ہم چار صورتوں کو آسمان کی گردش سے مدتوں دنیا جہان کی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کے کرم سے آج ہم سب یہاں مل بیٹھے۔ کل کا حال معلوم نہیں کہ ایک جگہ رہیں یا جدا ہو جائیں۔ رات بڑی پہاڑ ہوتی ہے۔ بہتر ہے کہ سب وہ ساری باتیں سنائیں جو ہم پر بیتی ہیں مگر جھوٹ اس میں رتی بھر نہ ہو۔ اس طرح باتوں باتوں میں رات کٹ جائے گی۔ تھوڑی رات رہے ذرا سو لیں گے۔"

سبھوں نے کہا "آپ نے ٹھیک کہا، بہتر ہے کہ پہلے آپ اپنا احوال سنائیں۔"

■

ماخذ: چار درویشوں کا قصہ **مرتب:** نورالحسن نقوی، **پانچویں اشاعت:** 2023، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

جواب

1	Statue of Liberty	2	گوگل	3	فیس بک	4	Igloo
5	پیٹر ہین لین	6	Artificial Intelligence	7	پی ٹی اوشا	8	وشوناتھن آنند
9	king cobra	10	اودھی	11	سات	12	منی کرنیکا تامبے
13	1 جولائی 1955	14	8	15	2008	16	راجیہ سبھا
17	3 مئی	18	رابندرناتھ ٹیگور	19	21	20	1 مئی

عبدالودود انصاری

ڈاک ٹکٹ والے چند بھارتیہ سائنسداں

دنیا میں ڈاک کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو پتا چلتا ہے کہ برطانیہ میں سب سے پہلے سر رونالڈ کی سفارش پر 1 مئی 1840 کو پہلا ڈاک ٹکٹ جاری ہوا۔اس کے بعد ہی دنیا کے دوسرے ممالک میں ڈاک ٹکٹ جاری کیے گئے۔

ہندوستان میں پہلا ڈاک ٹکٹ یکم جولائی 1852 کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے سندھ میں جاری کیا جس پر سندھ ڈاک (Scinde Dawk) تحریر تھی۔ اس کے بعد یکم اکتوبر 1854 میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ملکہ وکٹوریہ کی تصویر کے ساتھ ڈاک ٹکٹ جاری کیا جس پر East India Postage تحریر تھا۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد پہلا ڈاک ٹکٹ 21 نومبر 1947 کو قومی ترنگے کی تصویر کے ساتھ جاری کیا گیا جس پر ’جے ہند‘ لکھا ہوا تھا۔

ہندوستانی ڈاک حکومت ہند کا ڈاک نظام ہے جو وزارت مواصلات کے تحت کام کرتا ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک کی طرح بھارتی ڈاک بھی مختلف موضوعات یا عنوانات پر ڈاک ٹکٹ جاری کرتا ہے جس سے ان کی اہمیت کا اندازہ اور جانکاری ہوتی ہے۔ ہندوستانی ڈاک سے جاری کردہ ڈاک ٹکٹ کے موضوعات میں قدرتی مناظر، صنعتیں، ادارے، سیاسی مقامات، تاریخی مقامات یا ذاتی عمارتیں، خلائی مشین، نقل وحمل کے ذرائع، آرٹ وفنون، محکمہ سائنس، محکمہ ڈیفنس، وائلڈ لائف، حیوانات، طیور کے علاوہ نامور کھیل کود کی شخصیتیں، نامور ادبی شخصیتیں، نامور سیاسی شخصیتیں اور نامور سائنسداں وغیرہ شامل ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ شخصیات کے نام پر ڈاک ٹکٹ جاری کیے جاتے ہیں وہ ان کے انتقال کے بعد جاری کیے جاتے ہیں تاکہ نئی نسل ان سے اور ان کے کارناموں سے متعارف ہوسکیں۔آج ہم بھارت کے ایسے چند سائنسدانوں کا ذکر کریں گے جن کے نام بھارتیہ ڈاک نے ڈاک ٹکٹ جاری کیے ہیں۔

(1) **جگدیش چندر بوس :** آپ کی پیدائش 30 نومبر 1858 کو بنگلہ دیش میں ہوئی۔آپ ماہر طبیعات وحیاتیات تھے۔آپ نے برقی شعاع کاری کے بارے میں تحقیق کرکے مفید باتیں بتائیں۔آپ نے ہی ثابت کیا کہ درخت اور پودوں میں جان ہوتی ہے۔ آپ نے کولکاتا میں تحقیقی

ادارہ ’بوس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ‘ قائم کیا جس کے تاحیات ناظم رہے۔محکمہ ڈاک نے آپ کے اعزاز میں پہلی صدسالہ

یوم پیدائش پر 30 نومبر 1958 کو 15 نئے پیسے کی ڈاک ٹکٹ کا اجرا کیا۔آپ کی وفات 23 نومبر 1937 کو ہوئی۔

(2) اچاریہ پرفلا چندر رائے : آپ کی پیدائش 2 اگست 1861 کو بنگلہ دیش میں ہوئی۔ آپ کیمیائی سائنسداں تھے۔ آپ نے ہندوستان میں پہلا تحقیقی اسکول برائے کیمیا قائم کیا۔آپ نے ہی 1896 میں مرکیورس نائٹریٹ

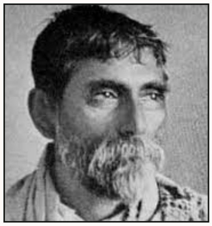

کیمیائی مرکب دریافت کیا تھا۔آپ نے انڈین کیمیکل سوسائٹی قائم کیا۔ آپ ہندوستان کی پہلی دواساز کمپنی بنگال کیمیکل اینڈ فرماسیوٹیکل کے بانی تھے۔آپ کو ہندوستان کی کیمیائی سائنس کا باوا آدم بھی کہا جاتا ہے۔محکمہ ڈاک نے آپ کی پہلی صد سالہ یوم پیدائش پر 2 اگست 1961 کو 15 نئے پیسے کی ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ آپ کی وفات 16 جون 1944 کو ہوئی۔

(3) روچی رام ساھنی : آپ کی پیدائش 5 اپریل 1863 کو پنجاب میں ہوئی۔آپ طبیعیاتی سائنسداں اور ماہر موسمیات تھے۔آپ مشہور سائنسداں بربل ساہنی کے والد محترم تھے۔ آپ نے موسمیات کے سلسلے سے مفید جانکاری فراہم

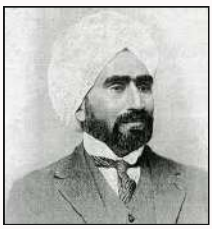

کی۔محکمہ ڈاک نے آپ کے اعزاز میں 24 اکتوبر 2013 کو 5 روپے کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ آپ کی وفات 3 جون 1948 کو ہوئی۔

(4) داراساؤ نوشیرواں واڈیا : آپ کی پیدائش 23 اکتوبر 1883 کو ہوئی۔ آپ ہندوستان کے پہلے ماہر طبقات الارض (Geologist) سائنسداں تھے۔آپ کو ہمالیہ کی ارضیات، پرتوں اور آثاریات کی تحقیق کے لیے یاد رکھا جاتا ہے۔آپ نے انسٹی ٹیوٹ آف ہمالین جیولوجی میں تحقیق کرکے نہایت ہی مفید جانکاری فراہم کی۔ بعد میں اس انسٹی ٹیوٹ کا نام واڈیا انسٹی ٹیوٹ آف ہمالین جیولوجی پڑا۔محکمہ ڈاک نے آپ کے اعزاز میں 23 اکتوبر 1984 کو ایک روپے کی ڈاک ٹکٹ کا اجرا کیا۔آپ کی وفات 15 جون 1969 کو ہوئی۔

(5) شری نیواس رمانوجن : آپ کی پیدائش 22 دسمبر 1887 کو تامل ناڈو میں ہوئی۔ آپ مشہور ریاضی داں اور سائنسداں تھے۔ آپ نے اعداد تھیوری، لامحدود سیریز اور سلسلہ وار کسر میں کئی اہم اضافے کیے۔آپ رائل سوسائٹی کے رکن بھی

رہے۔آپ کی یاد میں ہر سال ہندوستان میں 22 دسمبر کو قومی ریاضی دن (National Mathematical Day) منایا جاتا ہے۔محکمہ ڈاک نے آپ کے اعزاز اور یاد میں دو مرتبہ ڈاک کا اجرا کیا۔ پہلی بار آپ کی 75 ویں یوم پیدائش کے موقع پر 22 دسمبر 1962 کو 15 نئے پیسے کی ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔اس کے بعد 125 ویں یوم پیدائش کے موقع پر 26 دسمبر 2011 کو 5 روپے کی ڈاک ٹکٹ کا اجرا کیا۔آپ کی وفات 26 اپریل 1920 کو ہوئی۔

(6) پرشانت چند مہالانوبس : آپ کی پیدائش 29 جون 1893 کو کولکاتا (مغربی بنگال) میں ہوئی۔آپ ماہر شماریات (Statistician) اور سائنسداں تھے۔آپ کے شماریاتی پیمائش (Statistical Measurement)

کے لیے مہالا نوبس دوری (Mahalanobis Distance) کا تعارف کرایا۔ آپ کو ہندوستان کی شماریات کا باوا آدم بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی یاد میں ہر سال قومی سطح پر ہندوستان میں 29 جون کو یوم شماریات منایا جاتا ہے۔ محکمہ ڈاک نے آپ کے اعزاز میں 25 اپریل 1993 کو ایک روپے کی ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ آپ کی وفات 28 جون 1972 کو ہوئی۔

(7) میگھ ناد ساہا : آپ کی پیدائش 6 اکتوبر 1893 کو بنگلہ دیش میں ہوئی۔ آپ فلکیاتی سائنسداں تھے۔ آپ ساہا

آئیونائزیشن مساوات (Saha Ionisation Equation) کے لیے مشہور ہیں جس میں انھوں نے ستاروں کی کیمیائی اور طبیعیاتی حالتوں کو بیان کیا ہے۔ آپ پہلے سائنسداں ہیں جنھوں نے ستاروں کے طیف (Spectrum) کا ان کے درجۂ حرارت کے ساتھ رشتہ استوار کیا۔ آپ نے تھرمل آئینونائزیشن (Thermal Ionisation) مساوات بنائیں جو فلکی طبیعیات اور ملکی کیمیاں کے شعبوں میں مددگار ثابت ہوئیں۔ آپ 1952 میں بھارتی پارلیامنٹ کے لیے رکن منتخب کیے گئے۔ محکمہ ڈاک نے آپ کی یوم پیدائش کے صدسالہ جشن کے موقع پر 23 دسمبر 1993 کو دس روپے کی ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ آپ کی وفات 16 فروری 1956 کو ہوئی۔

(8) ستیندر ناتھ بوس : آپ کی پیدائش یکم

جنوری 1894 کو کولکاتا (مغربی بنگال) میں ہوئی۔ آپ ریاضیاتی طبیعیات داں تھے۔ آپ کی تحقیقی کام سے کوانٹم میکانیکس میں اضافہ ہوا۔ آپ کے نام پر ہی بوسن نامی ایٹمی ذرے کا نام رکھا گیا۔ محکمہ ڈاک نے آپ کی صدسالہ یوم پیدائش کے موقع پر یکم جنوری 1994 کو ایک روپے کی ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ آپ کی وفات 4 فروری 1974 کو ہوئی۔

(9) شانتی سروپ بھٹناگر : آپ کی پیدائش 21 فروری 1894 کو بھیرہ (پنجاب) میں ہوئی۔ آپ

کیمیائی سائنسداں تھے۔ آپ نے طبعی کیمیا (Physical Chemistry) اور اپلائیڈ کیمیا (Applied Chemistry) اور میگنیٹو کیمیا (Magneto Chemistry) میں گراں قدر اضافے کیے۔ آپ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن (UGC) کے اول صدر اور کونسل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (CSIR) کے پہلے ڈائریکٹر جنرل رہے۔ محکمہ ڈاک نے آپ کے اعزاز میں ان کی پیدائش کے صدسالہ کے موقع پر 21 فروری 1994 کو ایک روپے کی ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ آپ کی وفات یکم جنوری 1955 کو ہوئی۔

(10) یلاپراگڈا سباراؤ : آپ کی پیدائش 12 جنوری 1895 کو بھیماورم (موجودہ اندھراپردیش) میں ہوئی۔ آپ نامور بائیوکمیسٹ تھے۔ آپ نے کینسر مرض کی دوا کے سلسلے سے مفید معلومات فراہم کیں۔ محکمہ ڈاک نے آپ کے صدسالہ یوم پیدائش کے موقع پر 19 دسمبر

1995 کو ایک روپے کی ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ آپ کی تاریخ وفات 8 اگست 1948 ہے۔

(11) سالم علی : آپ کی پیدائش 12 نومبر 1896 کو ممبئی میں ہوئی۔ آپ مشہور ماہر طیور تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان میں پرندوں کا سروے کیا۔ آپ نے ہی بمبئی نیچرل ہسٹری سوسائٹی (BNHS) قائم کیا۔

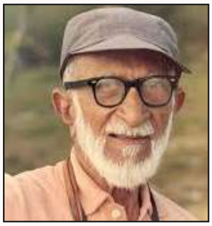

آپ راجیہ سبھا کے رکن بھی رہے۔ محکمہ ڈاک نے آپ کی صد سالہ یوم پیدائش کے موقعے پر 12 نومبر 1996 کو دو ٹکٹ 8 روپے اور 11 روپے کا جاری کیا۔ آپ کی تاریخ وفات 27 جولائی 1987 ہے۔

(12) ڈاکٹر دولت سنگھ کوٹھاری : آپ کی پیدائش 6 جولائی 1906 کو ادے پور (راجستھان) میں ہوئی۔ آپ ماہر طبیعیاتی سائنسداں اور ماہر تعلیم تھے۔ آپ Statistical Thermodynamics اور Theory of White Dwarfs میں گراں قدر اضافے کیے۔ محکمہ ڈاک نے آپ کی یاد میں 6 جولائی 2011 کو 5 روپے کی ڈاک ٹکٹ کا اجرا کیا۔ آپ کی وفات 4 فروری 1993 ہے۔

(13) ہومی جہانگیر بھابھا: آپ کی پیدائش 30 اکتوبر 1909 کو ممبئی میں ہوئی۔ آپ ایٹمی سائنسداں تھے۔ بھارت میں اولین ایٹمی ریکٹر انہی کی نگرانی میں نصب ہوا۔ آپ انڈیا کے ایٹومک انرجی کمیشن کے پہلے چیرمین تھے۔ محکمہ ڈاک نے آپ کے اعزاز میں آپ کی صد سالہ یومِ پیدائش پر یکم مارچ 2009 کو ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ آپ کی وفات 24 جنوری 1966 کو ہوئی۔

(14) وکرم انبالال سارابھائی : آپ کی پیدائش 12 اگست 1919 کو احمد آباد (گجرات) میں ہوئی۔ آپ ماہر طبیعیات، ماہر نجوم اور خلائی سائنسداں تھے۔ آپ کو ہندوستانی خلائی پروگرام کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔ آپ انڈین اسپیس ریسرچ آرگنائزائشن (ISRO) کے چیئرمین اور انڈین ایٹومک انرجی کمیشن کے چیرپرسن رہے ہیں۔ محکمہ ڈاک نے آپ کی پہلی برسی پر 30 دسمبر 1972 کو 20 نئے پیسے کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ آپ کی وفات 30 دسمبر 1971 کو ہوئی۔

(15) اے پی جے عبدالکلام : آپ کی پیدائش 15 اکتوبر 1931 کو رامیشورم (تامل ناڈو) میں ہوئی۔ آپ خلائی سائنسداں تھے۔ آپ نے بھارت کے سول اسپیس پروگرام اور فوجی میزائل ترقی میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کو 'بھارت کے میزائل مین' کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ محکمہ ڈاک نے آپ کے اعزاز میں 15 اکتوبر 2015 کو 5 روپے کی ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ آپ کی وفات 27 جولائی 2015 کو ہوئی۔

■

Abdul Wadood Ansari
Shadaab Manzil,H.No.43/2, BL No.6
Kankinara ,743126 (W.B)
Email:ansariwadood85@gmail.com
Mob:9674895325

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات

معلوماتِ عامہ بچوں کے کیریئر اور مستقبل سازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جنرل نالج پوری دنیا سے جوڑنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے مسابقہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے دروازے کھلتے ہیں، اس لیے بچے اگر ابھی سے تاریخ، ادب و ثقافت، سماج اور سائنس کے موضوعات اور معلومات پر اپنی توجہ مرکوز کریں تو مستقبل میں ان کے لیے راہیں آسان ہو جائیں گی۔

1. دنیا کے سب سے مشہور مجسمے کا نام کیا ہے؟
2. سب سے مشہور سرچ انجن کا نام کیا ہے؟
3. سب سے مقبول سوشل میڈیا پلیٹ فارم کا نام بتائیں؟
4. برف سے بنے گھر کا نام بتائیں؟
5. گھڑی کس نے ایجاد کی؟
6. AI کا فل فارم کیا ہے؟
7. کس ایتھلیٹ کو گولڈن گرل کا لقب دیا جاتا ہے؟
8. پدم وبھوشن حاصل کرنے والے ہندوستان کے پہلے کھلاڑی کا نام بتائیں؟
9. وہ کون سا سانپ ہے جو گھونسلہ بناتا ہے؟
10. تلسی داس نے رام چرت مانس کس زبان میں لکھی؟
11. ایک کلینڈر سال میں کتنے چاند گرہن ہو سکتے ہیں؟
12. رانی لکشمی بائی کا اصل نام کیا تھا؟
13. اسٹیٹ بینک آف انڈیا کب قائم ہوا؟
14. ہندوستان کے اصل آئین میں کتنے شیڈول تھے؟
15. آئی پی ایل کا پہلا سیزن کس سال کھیلا گیا؟
16. ہندوستانی پارلیمنٹ کے ایوان بالا کو کیا کہا جاتا ہے؟
17. آزادی صحافت کا عالمی دن کب منایا جاتا ہے؟
18. نوبل انعام حاصل کرنے والے پہلے ہندوستانی کا نام کیا ہے؟
19. ہندوستان میں انٹرنیشنل ایئرپورٹ کتنے ہیں؟
20. یوم مزدور کس دن منایا جاتا ہے؟

(جواب صفحہ نمبر 53 پر ملاحظہ فرمائیں)

چمن چمن کے پھول

شاعری میں بڑی طاقت ہے۔ اس سے تحریر و تقریر میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، خطاب میں زوراور تحریر میں قوت پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بہت کارگر ہوتا ہے۔ پرانے زمانے کے لوگوں کو استاد شعرا کے ہزاروں اشعار یاد ہوا کرتے تھے اور وہ موقعے کی مناسبت سے ان اشعار کا استعمال بھی کیا کرتے تھے۔

'چمن چمن کے پھول' میں مختلف رنگ اور شاعروں کے شعر اس لیے دیے جاتے ہیں تاکہ بچے موضوع کی مناسبت سے اچھے اشعار یاد کریں اور اپنی تحریر و تقریر میں اشعار کا موزوں اور برمحل استعمال کرسکیں۔(ادارہ)

آنے والے جانے والے ہر زمانے کے لیے
آدمی مزدور ہے راہیں بنانے کے لیے

—حفیظ جالندھری

دنیا میری زندگی کے دن کم کرتی جاتی ہے کیوں
خون پسینہ ایک کیا ہے یہ میری مزدوری ہے

—منموہن تلخ

ہم ہیں مزدور ہمیں کون سہارا دے گا
ہم تو مٹ کر بھی سہارا نہیں مانگا کرتے

—راہی شہابی

سو جاتے ہیں فٹ پاتھ پہ اخبار بچھا کر
مزدور کبھی نیند کی گولی نہیں کھاتے

—منور رانا

کچل کچل کے نہ فٹ پاتھ کو چلو اتنا
یہاں پہ رات کو مزدور خواب دیکھتے ہیں

—احمد سلمان

شہر میں مزدور جیسا در بدر کوئی نہیں
جس نے سب کے گھر بنائے اس کا گھر کوئی نہیں

—نامعلوم

نیند آئے گی بھلا کیسے اسے شام کے بعد
روٹیاں بھی نہ میسر ہوں جسے کام کے بعد

—اظہر اقبال

لوگوں نے آرام کیا اور چھٹی پوری کی
یکم مئی کو بھی مزدوروں نے مزدوری کی

—افضل خان

پیڑ کے نیچے ذرا سی چھاؤں جو اس کو ملی
سو گیا مزدور تن پر بوریا اوڑھے ہوئے

—شارب مورانوی

پسینہ میری محنت کا مرے ماتھے پہ روشن تھا
چمک لعل و جواہر کی مری ٹھوکر پہ رکھی تھی

—ناظر صدیقی

ننھے فنکار

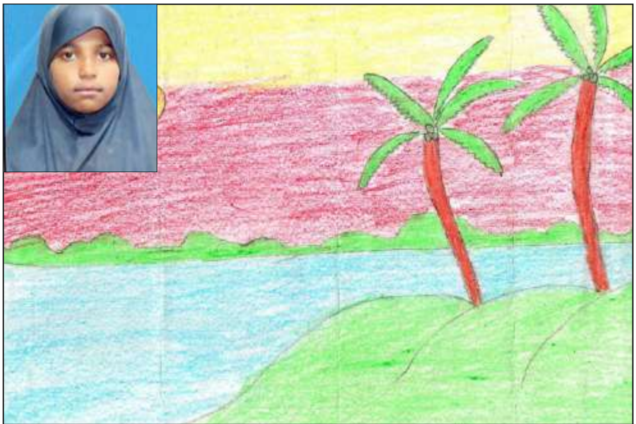

الفیہ رفیق احمد، درجہ ششم، سرکاری اردو مدرسہ نمبر 2، بیل ہونگل، کرناٹک

انس عبیدالرحمٰن چودھری، درجہ پنجم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول
پوار بستی، چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

رمشا امتیاز چودھری، درجہ سوم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول
پوار بستی چکھلی پونہ، مہاراشٹر

صدیقہ اکبر، سرکاری اردو مدرسہ نمبر 2، بیل ہونگل، کرناٹک

ماہرہ خاتون، درجہ سوم، اولیوا اکیڈمی چلما پور گورکھپور، یوپی

صبیحہ عبدالرزاق چودھری، درجہ سوم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول
پوار بستی چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

خدیجہ یعقوب موری، درجہ ششم، سرکاری اردو مدرسہ نمبر 2، بیل ہونگل، کرناٹک

عبدالہادی، درجہ اوّل (اے)، سید عابد حسین سینئر سیکنڈری اسکول
جامعہ ملیہ اسکول، نئی دہلی

فریحہ بتول، کلاس نرسری، مشیر فاطمہ نرسری اسکول جامعہ ملیہ اسلامیہ
شاہین باغ، جامعہ نگر، نئی دہلی

شاہ علی، نرسری کلاس، نئی آریہ پبلک اسکول، نئی دہلی

نکہت، درجہ دہم، گورنمنٹ اردو ہائر سیکنڈری اسکول، خیراتی بازار، برہانپور، مدھیہ پردیش

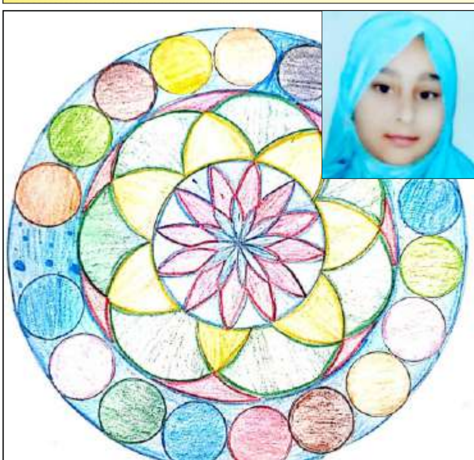

آسیہ واصف انصاری، درجہ ہفتم، نشاط ہائی اسکول، شہادہ (مہاراشٹر)

ضیاغضنفر انصاری، درجہ ہفتم، نشاط ہائی اسکول، شہادہ، مہاراشٹر

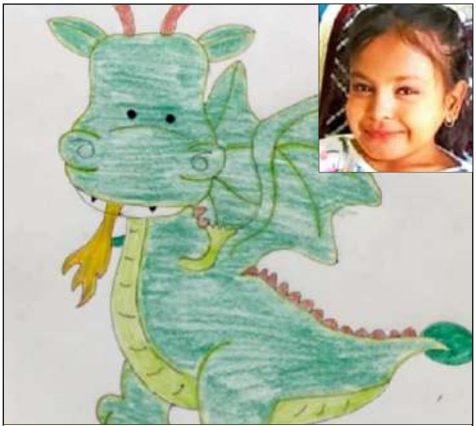

حرا، درجہ اول، پورا اچائی، پھول پور، الہ آباد (یوپی)

توصیف الرحمٰن حبیب الرحمٰن، درجہ سوم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول
پوار بستی، چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

زویا تبسم محمد عزیز، درجہ یازدہم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائر سیکنڈری اسکول
حریرپورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

مصباح کلیم انصاری، درجہ ہفتم، نشاط ہائی اسکول، شہادہ (مہاراشٹر)

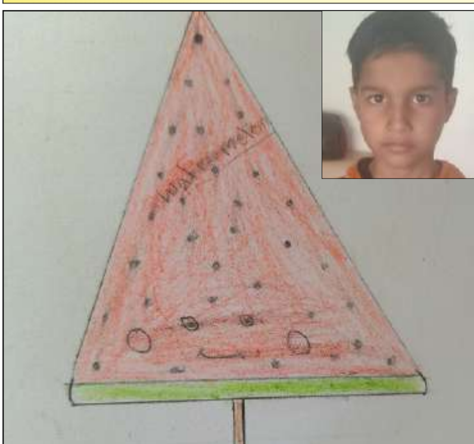

افرح سلیم خان، درجہ سوم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول
پوار بستی، چکھلی، پونہ مہاراشٹر

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

قلمکاروں سے گذارش ھے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد وشمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

——ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, मई 2025, वर्ष 13, अंक 05
BACHON KI DUNIYA Monthly, May 2025 Vol. 13, Issue: 05
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/04/2025
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

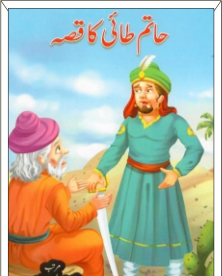

صفحات: 86 ، قیمت: 30 روپے

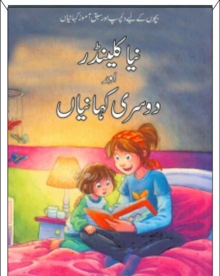

صفحات: 43 ، قیمت: 15 روپے

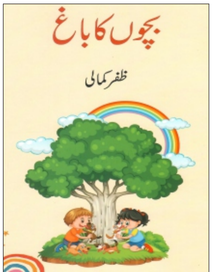

صفحات: 50 ، قیمت: 20 روپے

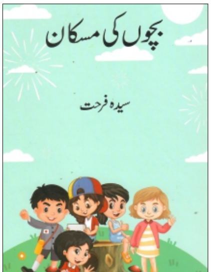

صفحات: 64 ، قیمت: 25 روپے

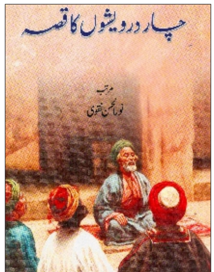

صفحات: 70، قیمت: 30 روپے

صفحات : 22، قیمت: 25 روپے

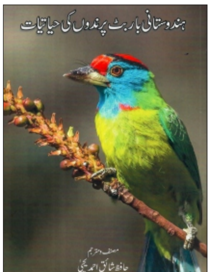

صفحات: 108، قیمت: 95 روپے

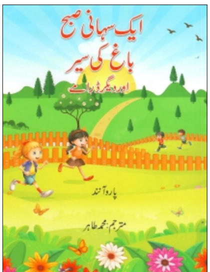

صفحات: 101، قیمت: 35 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Md Shams Equbal, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at Makoff Printers, B - 127, Sector 65, Noida, U.P
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.